هوالکل

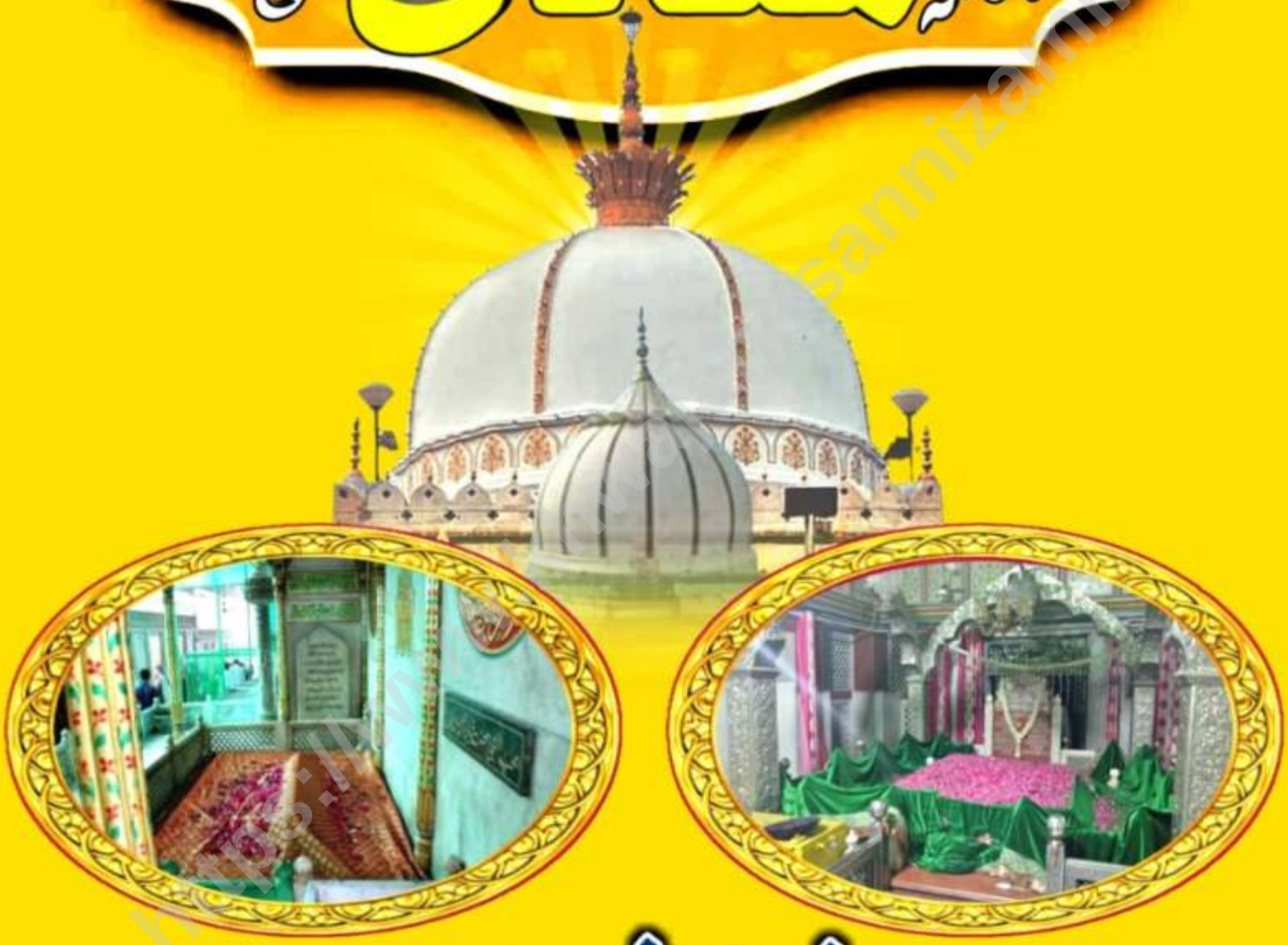
یامعین

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کا

ماہنامہ

منادی

حق دہلی



خصوصی شمارہ:

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی غریب نواز اجمیری

رضی اللہ عنہ

© https://www.sanmizan.life

مُنَادِیًا یُّنَادِی لِلاِیمَانِ

مُنادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بُلا رہا ہے۔(سورۃ آل عمران:193)

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے

ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشایخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلویؒ کی یادگار

ماہنامہ منادی نئی دہلی

جنوری 2023

جلد : 01 شمارہ : 02

مدیر اعلی : خواجہ سید محمد نظامی

مدیر : عبدالملک نظامی

نائب مدیر : خواجہ سید محمد شافی نظامی

اعزازی مدیر : ملا دورویش محی الدین خالد نظامی، ادونی

کمپوزنگ : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ

سرورق ڈئزائن : حافظ رفیق احمد صاحب، گُتی

ای میل : amaliknizami@gmail.com

دفتر کا پتہ : خواجہ ہال بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔13

رابطہ : 919673379359919810020922

رسالے میں شامل مواد قلمکار کی اپنی رائے ہے۔اس سے ادارہ منادی یا اس کے مدیران کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

© https://www.khwajahasannizami.life

فہرست

الفاتحہ	------	03
اسلامی رسولؐ	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	04
علیؓ مولا	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	07
حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ	امیر خورد کرمانیؒ	10
احوال حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ	حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ	13
حضرت خواجہ معین الدین حسن حسینی سنجریؒ	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	16
حلقہ بگوش کا قلمی نذرانہ	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	19
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	21
حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا عرس	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	24
اجمیری خواجہؒ کی مسافر نوازی	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	28
حضرت خواجہ غریب نوازؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	36
یہ چمن یوں ہی رہے گا	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	39
خواجگان کے دربار میں حاضری	عبدالشکور نظامی	42
حضرت بی بی زلیخاؒ	جناب محوی صدیقی	43
مختصر سوانح حیات محبوب الٰہیؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	46
پریم کے سوداگر حضرت شاہ فخرؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	51
نیا سال، نئی مایوسیاں، نئی امیدیں	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	54

© https://www.khwajahasannizami.life

ہوالکل　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　یا معین

شروع بنام اللہ قلم کارکل　　محمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفاتحہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی　　حسبتاً للہ بہ احوالم نگاہ سرسری

تکیہ بر الطاف تو دارم نہ بر خدمات خویش　　من نہ حق بندگی دانم نہ شرط چاکری

تو بہ فکر پرورش باشی وآہ! ازمن کہ من

از سرخوان تو برخیزم بہ در یوزہ گری

منظر روکش ایوان بہشت است اینجا　　حدقہ چشم ملک قالب خشت است اینجا

در ازل ہرچہ کہ شد ثبت بہ لوح محفوظ　　خواجہ برستنگ درخویش نوشت است اینجا

پائے از سرکن وآہستہ رو۔ آہستہ خرام

عارفا! خواب گہ خواجہ چشت است اینجا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی۔ اللہ کے واسطے۔ سرسری نگاہ ہی سے سہی مگر ذرا میرا حال ملاحظہ کیجئے۔ بھروسہ آپکی عنایت پر ہے۔ اپنی خدمات پر نہیں۔ میں نہ بندگی کا حق ادا کرنا جانتا ہوں، نہ چاکری کی شرطوں کے واقف ہوں۔ آپ کو میری پرورش کا دھیان ہے مگر افسوس ہے مجھ پر کہ میں آپ کے نعمت بھرے دسترخوان سے اٹھ کر بھیک مانگتا پھرتا ہوں!

یہاں کا منظر بہشت کے محلوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ فرشتوں کی آنکھ کی پتلی یہاں کی انٹیوں کا سانچہ ہے۔ ازل کے دن لوح محفوظ پر جو کچھ بھی ثبت کیا گیا وہ سب یہاں خواجہ کے سنگ در پر لکھا ہوا ہے۔ سر کے بل چلو آہستہ آہستہ چپکے چپکے اے عارف یہ خواجہ چشت کی آرام گاہ ہے۔

(حضرت عارف اجمیری)

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 43 شمارہ 2)

© https://www.khwajahasannizami.life

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط 1

از : حضرت خواجہ حسن نظامیؒ

رسول کی ضرورت

عبد ومعبود اور خالق مخلوق کے تعلقات ظاہر کرنے اور مالکیت ومملوکیت کا فرق بتلانے کیلئے مامورین من اللہ کا اظہار ہونا ضروری ہے۔ دنیوی سلطنتوں کے نظم ونسق پر نظر ڈالئے۔ بادشاہوں کے احکام وارشاد رعایا کو پہونچانے اور قوانین سلطنت کی تبلیغ وتشہیر کرنے کیلئے وزراو حکام اور عہدے داران کا تقرر ہوتا ہے۔

جب دنیوی بادشاہوں کا بادشاہ اور حکیم الحاکمین کے ہاں عہدے داران کا ہونا ضروری ہے تو خدائ واحد القہار جو بادشاہوں کا بادشاہ اور حکیم الحاکمین ہو جس کے احکام وقوانین کی نشر تبلیغ کے لئے بھی مامورین کا ہونا عقل تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ جہاں خالقِ کائنات نے انسانوں کے لئے دنیا میں ہر قسم کے سامان پیدا کئے ہیں اور ہر طرح کے اسباب مہیا فرمائے ہیں وہاں مخلوق کی اصلاح کے لئے برگزیدہ لوگوں کو بھی مامور فرمایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب سے دنیا میں انسان کی پیدائش ہوئی تب ہی سے اصلاح اخلاق و عمال کیلئے مصلحین کا سلسلہ قائم ہوا ہے۔ اصطلاح اسلام میں ان لوگوں کو نبی یا رسول کہتے ہیں جس طرح کہ گورنمنٹ برطانیہ کے احکام وزرائے سلطنت یا وائسرائے ہند یا گورنرس کی معرفت رعایا کو پہونچے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے پیام اور ادامر ونواہی ان معتمدین و مامورین کی وساطت سے مخلوق کے نام صادر ہوتے ہیں کہ جنکو پیغمبر یا رسول کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس زمانہ میں ضرورت سمجھتا ہے پیغمبروں اور رسولوں کو اس زمانہ کے مناسب ہدایات دیکر مبعوث فرماتا ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے فرائض یہ ہوتے ہیں کہ وہ مخلوق کو خالق کی رضامندی اور اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیک عمل کرنیوالوں کو نجات آخرت کی خوشخبری سُناتے ہیں اور اطاعت الٰہی سے انکار کرنے والوں اور فعال قبیحہ اختیار کرنیوالوں کو عذاب آخرت سے ڈراتے ہیں۔

بعثت رسول مطابق قانونِ فطرت ہے :

جس طرح یہ امر قانونِ فطرت کے مطابق ہے کہ جب زمین پر ہر طرف خشک سالی کے آثار قائم ہوجاتے ہیں درخت مرجھا جاتے ہیں، کھیتیاں خشک ہوجاتی ہیں۔ انسان اور بہائم مضطرب و بیقرار ہوجاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے مینہ برساتا ہے خشک زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ درخت ہرے بھرے ہوجاتے ہیں۔ طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں اور مخلوق کا اضطراب دور ہو جاتا ہے اسی طرح یہ امر بھی قانون فطرت کے مطابق ہے کہ جب دُنیا میں گناہ ومعصیت کی کثرت ہو جاتی ہے، نمرودوسرکشی کا طوفان بپا ہوجاتا ہے۔ حق وصداقت کا درخت مرجھا جاتا ہے تو اُسوقت خدا تعالیٰ ہدایت کی بارش فرماتا ہے۔ گمراہوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کے لئے رسول کو مبعوث کرتا ہے تاکہ وہ گناہ ومعصیت اور نمرودوسرکشی کو مٹانے اور خداپرستی وحق پسندی کی

© https://www.khwajahasannizami.life

تبلیغ واشاعت کرے۔

خداتعالیٰ نے انسان کوجسم اورروح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے پس جس طرح وہ رب العالمین جسم کے لئے زمین سے غذائیں پیدا کرکے اُسکی پرورش فرماتا ہے اسی طرح روح کی اصلاح کیلئے مصلحین کومبعوث فرما کراس کوضلالت سے محفوظ رکھتا ہے۔کیا کوئی ذی عقل شخص اس سے انکار کرسکتا ہے کہ وہ خدا خشک سالی کے وقت مخلوق کی بیقراری دیکھ کر مینہ برساتا ہے اور زمین کو سرسبز وشاداب کرکے جسم کی پرورش کے لئے غذائیں پیدا کرتا ہے وہ روح کو گمراہی وضلالت میں مبتلا دیکھ کر رحم نہ فرمائے گا، ناممکن ہے کہ وہ روح کی اصلاح کے اسباب مہیا نہ فرمائے۔ یقیناً جس طرح خشک سالی کے وقت بارش کا ہونا اور اس کے ذریعہ جسم کی پرورش کے لئے زمین سے غذاؤں کا پیدا ہونا داخل انتظام الٰہی اور قانونِ فطرت کے مطابق ہے ٹھیک اسی طرح گناہ ومعصیت کی کثرت ہونے پر رسول کا مبعوث ہونا اور معصیت وگمراہی کومٹا کر حق وصداقت کی تبلیغ واشاعت کرنا داخلِ انتظامِ الٰہی اور مطابق قانونِ فطرت ہے۔

ہر ملک و قوم میں مصلحین ہوئے ہیں:

ہم نے لکھا ہے کہ جب سے دُنیا میں انسان کی پیدائش ہوئی ہے تب ہی سے اصلاح اخلاق واعمال کے لئے مصلحین کا سِلسلہ قائم ہوا ہے۔اس حقیقت کوقرآنِ مجید نے اس الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ : (دُنیا میں) کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی کہ اسمیں کوئی مصلح اورڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

چنانچہ دُنیا کی مستند تاریخوں سے ثابت ہے کہ ہر ملک میں صلح ریفائمر اور پیغمبر ہوئے ہیں۔ذیل میں ہم مختلف اقوام کی مذہبی کتابوں اورمختلف ممالک کی معتبر تاریخوں سے ضروری اقتباسات درج کرتے ہیں جس سے ثابت ہوا ہے کہ ہر مذہب ضرورتِ رسول کا قائل ہے۔اور ہر مذہب میں کسی نہ کسی صورت سے یہ عقیدہ مانا جاتا ہے۔ سناتن دھرم میں ہندو سری کرشن جی اور شری رام چندرجی کو جنہوں نے سسکتے ہوئے دھرم میں جان ڈالی اور راکششوں (سرکشوں وظالموں) کو نیچا دکھا کر پاپ دور کیا۔خدا کا فرستادہ سمجھتے ہیں۔ خدا کا اوتار مانتے ہیں۔''سری مدبھاگوت میں جوسناتن دھرمیوں کی معتبر کتاب ہے۔لکھا ہے۔

"شری کرشن جی مہاراج رشی نے بھادوں کی جنم اشٹمی کوجنم لیا اور پرتھوی بھومی کو پاپ سے پوتر کیا۔جس سمے پاپی کنس نے پاکھنڈ پھیلایا تب شری کرشن رشی نے اس راکشس کو مار کرنشکام کرم کا اپدیش دیا" (سری مدبھگوت اددھیا3)

(ترجمہ) سری کرشن جی مہاراج مہارشی نے بھادوں کی جنم اشٹمی کو جنم لیا(پیداہوئے) اور پرتھوی بھومی کو پاپ سے پوتر کیا۔(زمین کوگندگیوں سے پاک کیا) جس سے پاپی کنس نے پاکھنڈ پھیلایا تب رشی مہاراج نے اس راکشش کومٹایا اورنشکام کرم کا اپدیش دیا۔یعنی سری کرشن مہاراج نے نفس کے ظالموں کومٹا کر نیک کاموں کی تعلیم دی۔(سری مدبھاگوت تیسرا ادھیائے)

اسی طرح رامائن بالمیک میں جوسناتن دھرمیوں کی معتبر کتاب ہے سری رام چندرجی کی نسبت لکھا ہے کہ:

"جس سمے دھرم میں ستیہ اپدیش نہ رہا تھا ادھرم اوَر پاپ بڑھ گیا تھا اس سمے سری رام چندرجی مہاراج رشی نے دھرم کی سیوا کی اور پاپ دور کرکے نشکام کرم کا پرچار کیا"(رامائن والمیکی)

(ترجمہ) جبکہ دھرم میں ست اپدیش نرہا تھا ادھرم اور پاپ بڑھ گیا تھا اُسوقت سری رام چندر جی مہاراج رشی نے دھرم کی حفاظت کی اور لوگوں سے پاپ دور کر کے نیک کاموں کا پرچار کیا اور بھلائی کا اپدیش دیا۔(رامائن بالمیک صفحہ۵۲)

مہاتما بوتم بدھ بھی ہندوستان کے بہت بڑے رشی اور ریفارمر ہوئے ہیں۔''جیون چرتر گوتم بدھ''میں لِکھا ہے۔کہ:

''جس سمے بھارت میں پاکھنڈ پھیل گیا تھا تو مانیا ورشی گوتم بدھ نے نشکام کرم اور شانتی کا پرچار کیا''(جیون چریتھ گوتم بدھ)

(ترجمہ) جبکہ گمراہی بڑھ گئی تو مانیور مہاتما گوتم بدھ نے جنم لیکر نشکام کرم اور شانتی کا پرچار اور اپدیش کیا۔(جیون چرتر گوتم بدھ بھاگ دوسرا)

اہل فارس کے عقیدے کے مطابق ایران میں''زردشت موحد نورانی''زبردست ریفارمر ہوئے ہیں چنانچہ''وساتیر''میں جو زردشتیوں کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے۔''ایمان اور عقائد میں خرابی آنے پر موحد نورانی زردشت ظاہر ہوئے انہوں نے بدعقیدوں کو سنبھالا اور روحانیت سکھائی۔''

(ہسٹری آف دی ورلڈ مصنف میکس مولر پروفیسر کیمبرج لندن)

(ترجمہ وساتیر جلد اول)

یونان والے بھی پیغمبر اور ریفارمر کے قائل ہیں۔''تاریخ یوسیفص''میں جو یونانیوں کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے:

''کلس رومی، ارطمس اورزبوس نے زمین یونان میں نیکی اور بھلائی کی تعلیم کی۔اُن پر خدا کا پیار تھا وہ سچے تھے انکو کامیابی ملی۔''

(ترجمہ تاریخ یوسیفص باب چہارم)

''شام''میں حضرت نوح علیہ السلام۔حضرت دانیال علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر خدا پیدا ہوئے جنہوں نے گمراہیوں کو دور کیا اور خدا پرستی کی تعلیم کی۔'' (میزان الادیان جلد اول صفحہ۴۴)

مصر میں حضرت اسحٰق، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس علیہم الصلوٰۃ و السلام ظاہر ہوئے اور انہوں نے خدا پرستی کی تعلیم دی۔ (تاریخ الانبیاء صفحہ۵۱)

غرض کہ دنیا کے ہر حصہ میں اور ہر قوم میں مصلحین، پیغمبر، ریفارمر اور رہبر گزرے ہیں جس کا ثبوت اقوام عالم کی مسلمہ کتابوں اور تاریخوں میں موجود ہے۔اب ہم اسلامی رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن و مناقب اور اخلاق عظیمہ و فضائل کریمہ لکھتے ہیں۔جن سے آپ ﷺ کی حقّانیت و صداقت ظاہر ہوتی ہے۔اور آپ ﷺ کا نبی برحق ہونا ثابت ہوگا ہے۔

ارباب عقل و فہم نے نبوت و رسالت کا ایک معیار قائم کیا ہے کہ جس طرح سے دنیوی سلطنتوں میں جلیل القدر مدارج پر نا اہل لوگوں کو مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ نہایت ہی لایق و فایق اور عاقل و فاضل لوگوں کو متعین کیا جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ بھی منصب نبوت و رسالت نا اہل لوگوں کو عطا نہیں فرماتا۔نبی یا رسول کا گناہ نافرمانی سے بالکل پاک اور بدرجۂ غایت سچا اور مستقل مزاج ہونا لازمی ہے۔جو لوگ اِس منصب جلیلہ پر مقرر کئے جاتے ہیں۔وہ نہایت ہی مقدس، متقی، مہذب، خلیق، مخلص، سنجیدہ، کریم النفس، رحم دل، منصف اور امین ہوتے ہیں۔اُن میں فطرت گناہ کا مادّہ نہیں ہوتا ان کی عقل و فہم سب سے زیادہ اُنکا حوصلہ نہایت وسیع اور انکا عزم و ثبات نہایت ہی مستحکم ہوتا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 12 پر)

© https://www.khwajahasanizami.life

علیؑ مولا

وہ جن کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے ہمارا آقا بنایا

از : حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

صوفیوں کے سب سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وابستہ ہیں۔لیکن یہ وابستگی محض اپنی پسند اور من کی موج (Whims) کی پیداوار نہیں ہے کہ جس کو ہمارا جی چاہا آسودگیٔ خاطر کے لئے بت بنالیا اور اپنی خیالی صفات کو اس بت سے منسوب کر کے اس کی پوجا میں مصروف ہوگئے۔ ہماری وابستگی کی بنیادی وجہ کچھ اور ہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو لوگوں نے اپنی رہنمائی کے لئے خود منتخب نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان کا انتخاب اور تقرر سب اللہ کی طرف سے تھا اور وہ انسانوں کے بجائے اللہ ہی کے سامنے جواب دہ بھی تھے۔

اگر اللہ رہنماؤں کے انتخاب کا حق کلیتًا انسانوں کو دے دیتا اور کہتا کہ تم اپنے میں سے ایک اچھے آدمی کو چن لو تا کہ میں اس کو نبوت کا منسب سونپ دوں تو اس سے بڑی خرابی پیدا ہوتی۔ اور یہ سا جھے کی ہنڈیا بیچ چوراہے میں پھوٹتی۔ کیونکہ ایک طرف تو لوگ چاہتے کہ ان کا ''نمائندہ نبی'' ان کی مرضی کے موافق کام کرے۔ اور دوسری طرف نبی کو بھی اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کی پابندی سے زیادہ اپنے ووٹروں کی پسند نا پسند کا خیال رکھنا ہوتا اور اس طرح نہ ہدایت کا کوئی معیار قائم ہونے پاتا اور نہ نبوت کو کوئی استقلال میسر آتا عقیدہ توحید کی الگ مٹی پلید ہوتی۔ غرض یہ کہ پورا کام ایک تماشہ بن کر رہ جاتا۔

لہٰذا اللہ نے انبیاء کا تقرر محض اپنی مرضی کے مطابق فرمایا۔ اور ان انبیاء نے پیغام الٰہی کی اشاعت کے وقت اس بات کی بالکل پروا نہیں کی کہ کون سی بات لوگوں کو اچھی لگے گی اور کون سی بری معلوم ہوگی۔ انہوں نے تو صفائی کے ساتھ حق بات ڈنکے کی چوٹ کہی۔ کیونکہ ان کے مبعوث ہونے کا سب سے بڑا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ اپنی غلط پسند اور اپنے غلط تصورات کو خیر باد کہہ کر اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائیں۔

جس طرح اللہ نے رسول ﷺ اپنی مرضی کے موافق بنایا۔ اسی طرح آخری رسول ﷺ کے بعد اس کے نائبوں کے لئے بھی ضروری تھا کہ ان کا تقرر بھی عوام کی کچی سمجھ کے مطابق نہ ہو بلکہ ان کو اوپر کی اتھارٹی یعنی اللہ رسول کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی جائے۔ تا کہ وہ ہدایت کے کام اور اپنے قول و فعل کو ووٹروں کے پسند نا پسند کا کھلونہ بنانے کی بجائے ہمیشہ حق پر قائم رکھیں اور حق ہی کی تلقین بھی کریں۔

ہم جب ایمان لائے تو اللہ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کو بھی مانا اور قرآن کے اس فرمان کو بھی دل و جان سے قبول کیا کہ ہمارا رسول ﷺ کوئی بات ''اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا۔'' اس کا ہر قول و فعل اللہ کے حکم اور مرضی کے موافق ہوتا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق ہمارے لئے ان برگزیدہ ہستیوں کے سامنے سر اطاعت خم کرنا لازمی ہوگیا جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اپنی پسندیدگی کی سند دی بھی بلکہ اپنی طرف سے اتھارٹی بھی عطاء فرمائی تھی اور اس طرح ان کو ہدایت اور تزکیے اور رسول کی نیابت کا حق پہنچا تھا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوگا کہ اصحاب رسول ﷺ میں بہت سی برگزیدہ شخصیتیں موجود ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ صوفیوں کے سلسلے (نقشبندیوں کو بھی حضرت علیؓ سے ایک نسبت ہے۔) بارگاہ

© https://www.khwajahasannizami.life

رسالت اور درگاہ احدیت میں پہنچتے وقت سب کے سب حضرت علیؓ کے بندھن ہی میں کیوں بندھ جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب سرکار دوعالم ﷺ کی حدیثوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے مل جائے گا۔

بھائی اور نائب: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت) علیؓ کی نسبت فرمایا کہ تو میرے لئے ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک کو جاتے وقت حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تو حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں! اس کے جواب میں حضور نے فرمایا ''کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے لئے ایسا ہی ہو جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔!'' (مسلم) سبحان اللہ!

ولیٔ حق وصیٔ مصطفیٰ دریائے فیضانے
امامِ دو جہاں نے قبلۂ دینے وایمانے!

گویا سرکار دوعالم نے نبوت ختم ہوجانے کے بعد اس کی گنجائش تو نہ تھی کہ اللہ حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح نبوت کا منصب عطاء فرماتا۔ البتہ آنحضرت ﷺ کا نائب ان کو اسی طرح بنایا جس طرح حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نائب بنایا تھا۔ یہاں ایک نکتہ اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ آج کل عام طور پر کم فہم لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ان کے عقیدت مند علیہ السلام کیوں لکھتے ہیں۔ یہ کلمہ تو صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ ان سب معترضین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہے جس میں انہوں نے حضرت علی کو حضرت ہارون کے مثل فرمایا ہے۔ اور دوسری طرف قرآن میں خود خدا نے کہا ہے کہ ''سلامٌ علیٰ موسیٰ وہ ہارون'' موسیٰؑ اور ہارون پر سلام ہو۔ اسی واسطے حضرت علی کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا جاتا ہے۔

وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں: جبتسی بن خبادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میری جانب سے کوئی عہد نہ کرے اور کوئی معاہدہ نہ کرے مگر میں خود یا میری جانب سے علیؓ (ترمذی۔ احمد)

ہم بھی کس قدر خوش نصیب ہیں کہ ہماری بیعت اور ہمارے عہد اس اتھارٹی کے سامنے ہوئے ہیں جس کو سلسلہ در سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اتھارٹی ملی ہے۔ اور حضرت علیؓ کی اتھارٹی کس شان کی ہے اس کا حال حضور محمد مصطفیٰ روحی فدا کے مندرجہ بالا فرمان سے روشن ہے کہ ''او در من و من در وے!'' ہم سب کو اپنی ارادت اور بیعت کی اہمیت پر غور کرنا چاہئے یہ ایک رسمی چیز نہیں ہے۔ ہم خاص بارگاہ رسالت مآب کی اتھارٹی کے روبرو ہیں۔ باادب باملاحظہ ہوشیار!

علم کا دروزہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ حکمت کے گھر کا دروازہ ہے۔ (ترمذی)

اب کوئی بتائے کہ جب حضرت علیؓ مدینۃ العلم کا دروازہ ہیں تو ان کے سایے میں آئے بغیر کوئی فیوضِ محمدیہ ﷺ سے کس طرح مستفید ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہم سب چاہے کسی سلسلے سے وابستہ ہوں اور چاہے کہیں سے روانہ ہوں۔ آخر کار جب بارگاہ نبوی میں پہنچتے ہیں تو سب کے سب باب العلوم ہی کے ذریعے رسائی پاتے ہیں۔

© https://www.khwajahasannizami.life

میرا دوست علی کا دوست: حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا میں دوست ہوں علیؓ اس کا دوست ہے۔

گویا یہ بھی کہ جس کو سرکار دوعالم ﷺ پسند فرماتے ہیں اس کو مولا علیؓ بھی دوست رکھتے ہیں اور یہ بھی کہ کوئی شخص نعوذ باللہ سرکار دوعالم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرے اور حضرت علیؓ سے دشمنی رکھے تو یہ ناممکن ہے۔ سرکار رسالت مآب کا محبّ تو ہی ہوسکتا ہے جو علیؓ کو بھی مولا بنائے۔

حلقہ پیر مغانم زازل درگوش است
ماہمانیم کہ بودیم وہمہ خواہد بود!

چنانچہ ہماری غلامی آج کل کی غلامی نہیں ہے بلکہ جس لمحے دولت ایمان ہمارے مقدر کی گئی۔ اور جس وقت حضور محمد ﷺ کا امتی ہونا ہمارے نصیب کو میسر آیا۔ اسی لمحے سے اور اسی وقت ہماری قسمتوں کو مشیت الٰہی نے یوں بھی سنوارا کہ اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی محبت کے ساتھ اپنے محبوبوں کی محبت کا حلقہ بھی ہمارے کان میں پہنا دیا۔ اور دونوں کو ایک دوسرے کا لازم وملزوم کر دیا۔ زہے نصیب!

تقدیر محبت بھی کہاں جا کے لڑی ہے
میں بندۂ ناچیز! وہ محبوب الٰہی!

منافق محبت نہیں رکھتا: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں رکھتا۔ اور مومن علی سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔ (احمد۔ ترمذی)

عزیز از جان: حضرت برار بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے (غدیر خم ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) تو حضرت علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا: ''کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ مؤمن کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز و بہتر ہوں؟''

لوگوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔

پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز و پیارا ہوں''؟

لوگوں نے عرض کیا جی ہاں۔

پھر آپ نے فرمایا:

''اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں۔ علی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علیؓ کو دوست رکھے اور اس شخص کو اپنا دشمن خیال کر جو علیؓ سے دشمنی رکھے!''

اس واقعے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو طالب کے فرزند! خوش رہو۔ تم صبح اور شام ہر وقت مؤمن مرد اور ہر مؤمن عورت کے دوست اور محبوب ہو!

انیس محفلِ انسے جلیسِ مجلس قُدس سے
سرورِ جانِ خاصانے نشاط روح پاکانے!
روحی فداک۔

مندرجہ بالا احادیث نبوی سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ کو خود ہمارا مولا اور ہمارا آقا مقرر فرمایا ہے۔ ان سے محبت ان سے وابستگی ہمارے لئے لازمی ہے کیونکہ وہی ہمارے لئے اللہ رسول ﷺ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ اور انہی کی بندگی ہمارے لئے دین و دنیا میں کامیابی کی ضامن ہے۔۔

بندۂ مرتضیٰ علیؓ ہستیم!

© https://www.khwajahasannizami.life

خواجہ معین الدین سجزی قدس اللہ سرہ

از: حضرت سید محمد مبارک علوی کرمانی
المعروف بہ امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شیوخ طریقت ، اصل اصول بہ حقیقت ، صاحب اسرار الٰہی ،متصف بہ اوصاف صحو صاحی، وارث الانبیاء والمرسلین ، نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجہ معین الحق والشرع والدین خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ العزیز۔

آپ تمام اوصاف مشائخ سے موصوف تھے اور انواع و اقسام کی کرامات اور عالی درجات سے مشہور تھے اور یہ بادشاہ اسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ تھے۔

منقول ہے کہ شیخ الاسلام معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جب میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان بزرگ کی بیعت سے مشرف ہوا تو میں بیس سال تک اُن کی خدمت میں رہا۔اس بیس سال کے عرصے میں میں ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہا۔سفر وحضر میں اُن کا بستر ااور سامان ساتھ لے کر چلتا تھا۔ جب آپ نے میرے خلوص خدمت اور عقیدت کو پوری طرح محسوس کرلیا تو اُس وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے اپنے کمال کی نعمتوں سے مجھے سرفراز فرمایا۔

ملفوظات:

خواجہ معین الدین والحق فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت خلق سے بھاگنا اور معرفت میں خاموش رہنا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سانپ کی طرح کینچلی سے باہر آئے اور نگاہ دوڑائی تو ہم نے دیکھا کہ عاشق ومعشوق اور عشق ایک ہیں یعنی عالم توحید میں سب ایک ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ حاجی جسم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں لیکن عارف دل کے ساتھ عرش کے گرد اور حجاب عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں اور لقائے الٰہی چاہتے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ایک مدت تک میں نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا لیکن اب خالہ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ مرید فقر کے نام کے پانے کا اُس وقت مستحق ہوتا ہے کہ جب وہ عالم فانی میں باقی ہو جائے۔آپ سے پوچھا گیا کہ وہ ثابت کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اُس وقت جب کہ گناہوں کا لکھنے والا فرشتہ بیس سال تک اُس کا کوئی گناہ نہ لکھے۔ نیز فرمایا کہ اہل محبت کہ سوائے خدا کے کسی کا مطیع نہ ہو اور کسی سے ڈر کر اس کے حکم پر نہ چلے۔

فرمایا شقاوت کی علامت یہ ہے کہ تو گناہ کرے اور امید رکھے کہ تو مقبولان خدا میں سے ہوگا۔

فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکالیں۔ اُس وقت دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا ، چنانچہ اُس وقت وہ ایک سانس لے گی تو تمام عالم حشر دھوئیں سے بھر جائے گا۔ جو چاہتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے مأمون رہے ، اُسے چاہیے کہ ایسی اطاعت کرے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس سے بہتر اطاعت نہ ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سی اطاعت ہے؟ فرمایا کہ مظلوموں کی فریاد کو پہنچنا ، ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنا اور بھوکوں کو پیٹ بھر کھلانا نیز فرمایا کہ جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ اس حقیقت کو جان لے

© https://www.khwajahasannizami.life

کہ خدائے تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت دریا کی طرح ،دوسرے شفقت آفتاب کی طرح، تیسرے تواضع زمین کی طرح۔

فرمایا جس کسی نے نعمت پائی، سخاوت سے پائی اور جو تقدم حاصل کرتا ہے، صفائے (باطن). سے حاصل کرتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ متوکل حقیقت میں وہ ہے کہ جو اپنی تکلیف لوگوں سے ہٹالے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ میں سکون حاصل کرنے کے لیے دو چیزیں ہیں، ایک عبودیت اور دوسرے حق تعالیٰ کی تعظیم،

اجمیر میں تشریف آوری:

حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ معین الدین طاب اللہ مضجعہ اجمیر میں تشریف لانے (اجمیر میں آپ کی تشریف آوری کی تاریخ عام تذکروں میں 561 ھ م1165ء مندرج ہے، لیکن صاحب سوانح خواجہ معین الدین چشتی، وحید احمد مسعود صاحب نے اس کو غلط قرار دیتے ہوئے آپ کی تشریف آوری اجمیر کا سنہ 587 ھ م92-1191ء قرار دیا ہے۔ سوانح خواجہ معین الدین چشتی۔ وحید احمد مسعود، ص147)

اُس وقت پتھورا کا دارالسلطنت اجمیر میں تھا۔ جب حضرت خواجہ معین الدین نے اجمیر میں سکونت اختیار کر لی تو پتھورا اور اس کے درباریوں کو یہ بات ناگوار گزری، لیکن جب انھوں نے شیخ کی عظمت و کرامت کو دیکھا تو ان میں مجال دم زدن نہ تھی۔

الفرض ایک مسلمان جو حضرت شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے وابستگان میں پتھورا کے پاس ملازم تھا، پتھورا نے اس مسلمان کو نہایت تکلیفیں پہنچانا شروع کیں۔ اس مسلمان نے حضرت خواجہ معین الدین سے اس کی شکایت کی۔ حضرت خواجہ معین الدین نے اس مسلمان کی سفارش پتھورا سے کی، لیکن پتھورا پر آپ کے فرمانے کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اس ظلم سے باز نہ آیا۔ اس نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ یہ آدمی اس جگہ آیا ہے اور غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ہم پر حکم چلاتا ہے۔ جب اس کی یہ باتیں اس بادشاہ اسلام (خواجہ معین الدین) کے کان تک پہنچائی گئیں تو آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: کہ پتھورا کو ہم نے زندہ گرفتار کر کے لشکر اسلام کے حوالے کر دیا ہے، اسی زمانے میں سلطان معزالدین سام انار اللہ برہانہ غزنی سے اجمیر پہنچا اور پتھورا کا مقابلہ لشکر اسلام سے ہوا۔ وہ سلطان معزالدین کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوا۔

کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ کون سی کرامت اور مراتب اعلیٰ میں اس مرتبے سے زیادہ بلند ہوگا کہ جو بزرگ اس بادشاہ دین کے مرید ہوئے، انھوں نے خدا کے بندوں کی دستگیری کی، دنیاوی غرور کو ترک کیا اور عقبی کو اپنا مقام بنایا۔ قیامت تک اس بادشاہ دین کی عظمت کا ڈنکا آسمان کے گوش ہوش اور فرشتوں کے کانوں تک کا اور خلقت منزل صدق میں جگہ پائے گی۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے کا ہندوستان:

دوسرے آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے تشریف لانے سے پہلے مملکت ہندوستان میں جہاں تک کہ آفتاب نکلتا ہے، اس کے تمام شہر کفر و کافری، بت اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ہندوستان کے سرکشوں میں سے ہر ایک انا ربکم الاعلی (میں تمھارا بڑا رب ہوں) کا دعوی کرتا تھا اور اپنے آپ کو خدائے جل وعلیٰ کے شریک ٹھہراتا تھا۔ یہ سب پتھروں، ڈھیلوں، درخت، چوپایوں، گائے، بیلوں اور اُن کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے اور کفر کے اندھیروں سے اُن کے دل کے قفل اور بھی مستحکم ہو گئے تھے:

ہمہ غافل از حکم دین وشریعت
ہمہ بی خبر از خدا و پیمبر
نہ ہرگز کسے دیدہ ہنجار قبلہ
نہ ہرگز شنیدہ کس اللہ اکبر

ہندوستان میں خواجہ اجمیری کی تشریف آوری کے بعد:

اس آفتاب یقین کے پہنچنے کی وجہ سے کہ جو حقیقت میں معین الدین تھے، اس ملک کی ظلمت نور اسلام روشن اور منور ہوئی۔

از تیغ او بجائے صلیب و کلیسیا
در دار کفر مسجد ومحراب ومنبر است
آنجا کہ بود نعرہ و فریاد مشرکاں
اکنون خروش نعرہ اللہ اکبر است

جو کوئی بھی اس ملک میں مسلمان ہوگا تو وہ قیامت تک مسلمان رہے گا اور ان کی اولاد جب تک کہ توالد اور تناسل کا سلسلہ جاری ہے، مسلمان رہے گی اور اس گروہ کو جن کو غزوات کے بعد دارالحرب سے دارالاسلام میں لایا جائے گا قیامت تک ان تمام باتوں کا ثواب بارگاہ عظیم المرتبت شیخ الاسلام معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ العزیز کو ان کے شیخ کے توسل سے پہنچتا رہے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

منقول ہے کہ جس شب میں کہ شیخ الاسلام معین الدین سجزی قدس اللہ سرہ العزیز وفات پانے والے تھے، چند بزرگوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین سجزی آرہا ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ جب حضرت خواجہ معین الدین نے وفات پائی تو آپ کی پیشانی مبارک پر لکھا ہوا تھا کہ:

حبیب اللہ مات فی حب اللہ

(خدا کے دوست نے خدا کی محبت میں وفات پائی۔)

حضرت خواجہ معین الدین کی وفات بھی اجمیر میں ہوئی اور آپ کا مزار مبارک بھی اجمیر میں ہے۔ آپ کے مزار مبارک کی خاک پاک خوش نصیب دردمندوں کے دل کی دوا ہے۔ خدائے تعالی ان کی زیارت کی سعادت میسر کرے۔

(ماخوذ از: سیر الاولیاء، حضرت امیر خورد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ، ترجمہ: حضرت مولانا اعجاز الحق قدوسی رحمتہ اللہ علیہ، صفحہ 127 تا 131)

☆☆☆☆☆

(باقی صفحہ نمبر 6 / سے آگے۔۔۔)

ان کی ذات اطاعت الٰہی وحق پرستی کی بہترین مثال اور ان کا وجود اخلاق فاضلہ و اعمال صالحہ کا مکمل نمونہ ہوتا ہے تاکہ جو کام بھی وہ کریں قابلِ اقتداء اور جو فعل بھی ان سے سرزد ہو باعثِ ہدایت سمجھا جائے۔ پس ہر نبی اور ہر رسول کا اطاعت ومحبت الٰہی اور اخلاص باللہ میں کامل ہونا اور اخلاقِ فاضلہ و اعمال صالحہ سے بدرجۂ غایت متصف ہونا اور عقل وفہم میں سب سے فائق ہونا لازمی ہے۔ اور ان ہی باتوں سے مدعی نبوت ورسالت کی صداقت ظاہر ہوسکتی ہے۔ ان کے علاوہ مدعی نبوت سے معجزات وغیرہ کا صادر ہونا بھی ایک قسم کی دلیل صداقت ہے۔ اس معیار کو تسلیم کر لینے کے بعد حضرت پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ تعالی علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور حقانیت کا ثبوت بالکل آسان ہوجاتا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے حالاتِ زندگی نہایت معتبر ومستند تاریخوں میں کامل صحت کے ساتھ محفوظ ہیں اور ہم صرف معتبر ومستند کتابوں سے اخذ کر کے لکھنا چاہتے ہیں۔

(ماخوذ از: اسلامی رسول ﷺ، حضرت خواجہ حسن نظامیؒ، 1925ء)

احوال حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہ
ترجمہ: حضرت کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری قدس سرہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ارباب طریقت، پیشوائے اصحاب حقیقت، مستغرق در ذات ذوالجلال، ناطق بلسان احوال، طوفان ضلالت کی کشتی، قطب وحدت، حضرت خواجہ معین الدین والدین چشتی قدس سرہ بن سید غیاث الدین حسن سجزی اولیائے کبار اور عارفین صاحب اسرار میں سے تھے۔ آپ کے کمالات و کرامات بے شمار ہیں۔ حقائق و معارف میں آپ کے کلمات بہت بلند ہیں۔ آپ حق تعالیٰ کے محتشمان ومقربان خاص میں سے تھے اور آپ کی شان بہت بلند اور حال نہایت قوی تھا۔ جو شخص آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تھا، وحدانیت حق اور رسالت مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لے آتا تھا۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جو لوگ غیر اللہ کی پرستش میں مبتلا تھے، آپ ان سب کو شرک کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آئے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ بحکم حدیث الشیخ فی القوم کالنبی فی الامۃ (شیخ اپنی قوم میں اس طرح ہے جس طرح ایک نبی اپنی امت میں) آپ وارث بلکہ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ آپ کو رسول ہند کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انیس ارواح اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ آپ سادات حسینی ہیں۔ یعنی خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین حسن بن سید احمد حسن بن سید طاہر حسن بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، بن امام حسین رضی اللہ عنہ بن امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ

عالی مقام: آپ کے کمالات کا اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک ملک ہندوستان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔ چنانچہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد مبارک سے پانچ سو سال تک آپ کے سوا حق تعالیٰ نے کسی ولی اللہ کو اس قدر تعرف عطا نہیں کیا کہ جس نے پورے ہندوستان کو جو ابتدائے آفرینش سے شرک کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، اپنی ولایت کی قوت سے نور وحدانیت سے منور کر دیا، جیسا کہ اظہر من الشمس ہے۔ اس بارے میں اس زمانے کے ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔ قطعہ

ہمہ غافل از حکم دین شریعت
ہمہ بے خبر از خدا و پیمبر
نہ ہرگز کے دید منجد قبلہ
نہ ہرگز شنیدہ کسی اللہ اکبر

(سب لوگ شریعت کے احکام سے غافل اور خدا اور رسول سے بے خبر تھے نہ کسی نے کعبہ دیکھا تھا، نہ کبھی اللہ اکبر کی آواز سنی تھی۔)

شعر:

از فیض او بجائے صلیب و کلیسیا

© https://www.khwajahasanmianzani.life

در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں
اکنون خروش نغمہ اللہ اکبر است

خواجہ بزرگ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور آپ کو اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کی صحبت حاصل ہوئی ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت قصبہ سجز میں ہوئی اور خراساں میں پرورش پائی۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ جب آپ کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین قدس سرہ نے جو نہایت ہی متقی و پرہیز گار تھے، وفات پائی۔ آپ کا ایک باغ تھا جس کی آمدنی سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ وہاں ایک مجذوب رہتے تھے، جن کا نام ابراہیم تھا۔ ایک دن ان کا گذر حضرت خواجہ بزرگ کے باغ میں ہوا۔ آپ نے ان کو نہایت عزت وتکریم کے ساتھ درخت کے نیچے بٹھایا۔ انگوروں کا خوشہ پیش کیا اور ادب سے اُن کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابراہیم نے بغل سے کھلی نکالی اور چبا کر حضرت خواجہ بزرگ کے منہ میں ڈال دی۔ اُس کھاتے ہیں آپ کے باطن میں نور معرفت چمکنے لگا۔ چنانچہ آپ گھر بار اور ملک املاک سے متنفر ہو گئے۔ دو تین دن کے اندر آپ نے اپنا باغ اور سامان فروخت کر کے درویشوں میں تقسیم کر دیا اور طلب حق میں روانہ ہو گئے۔ مدت تک آپ سمرقند اور بخارا میں رہے۔ کلام پاک حفظ کیا اور ظاہری علم حاصل کیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس سے بھی مقصد حاصل نہیں ہوا تو وہاں سے آپ مرشد کی تلاش میں عراق (عرب) تشریف لے گئے۔ جب آپ قصبہ ہارون جو نیشاپور کے نواح میں ہے، پہنچے تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ڈھائی سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے۔ جب آپ مرتبہ تکمیل تک پہنچے تو خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو فرقہ خلافت دے کر رخصت کر دیا۔ لیکن خواجہ بزرگ خود انیس الارواح میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے میں بغداد پہنچا اور بیس سال آپ کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی سفر طے کیے۔ اس کے بعد خرقہ خلافت سے مشرف ہوا۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں ہو چکا ہے۔ وہاں سے آپ قصبہ سنجان میں تشریف لائے۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ بغداد میں ابتدائی سلوک طے کر رہے تھے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہ نے ان کے حق میں دُعا کی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ابتدائے حال میں آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے خواجہ بزرگ کے ملفوظات میں اکثر جگہ لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ ڈھائی مہینے آپ کی خدمت میں رہے۔ وہاں سے خواجہ بزرگ قصبہ جیال تشریف لے گئے، جو بغداد سے سات دن کے راستہ پر کوہ جودی کے دامن میں واقع ہے۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے۔ آپ پانچ ماہ اور سات دن اُن کی صحبت میں رہے اور دونوں حضرات کے درمیان راز و نیاز کی مجالس گرم رہیں۔ وہاں سے آپ بغداد تشریف لے گئے اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور بہت محظوظ ہوئے۔ شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ اس وقت ابتدائے سلوک میں تھے۔ خواجہ بزرگ نے ان کے حق میں بھی توجہ

فرمائی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ بغداد سے چل کر ہمدان پہنچے۔ وہاں شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ جو اس وقت کے بڑے بزرگ تھے، کی صحبت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ تبریز تشریف لے گئے اور شیخ ابوسعید تبریزی رحمتہ اللہ علیہ جو بڑے عارف، کامل، مجرد اور متوکل تھے، کی صحبت حاصل کی۔ سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کے شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کی طرح ستر مرید تھے۔

مجاہدات : خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خواجہ بزرگ نے بڑے بڑے مجاہدات کیے۔ آپ سات دن کے بعد پانچ مثقال کے برابر روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔ آپ کا لباس دو چادریں تھیں، جن میں کئی پیوند لگ چکے تھے۔ پیوند لگانے کے لیے جس قسم کا کپڑا مل جاتا، آپ چادر میں سی لیتے تھے۔ جب آپ اصفہان تشریف لے گئے تو شیخ محمود اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ جو وہاں کے بڑے مشائخ تھے، کی خدمت میں گئے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ کا اس وقت یہ ارادہ تھا کہ شیخ محمود سے بیعت کر لیں، لیکن جب خواجہ بزرگ کے جمال احوال کا مشاہدہ کیا تو بے اختیار ہو کر آپ کی خدمت میں پیوست ہو گئے اور بیعت کر لی۔ خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے لیے بھی ان سے بہتر کوئی مصاحب اور محرم راز نہ تھا، جیسا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے لیے خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے بہتر کوئی مرید نہ تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا معین الدین اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور مجھے اپنے مرید پر فخر ہے۔ اسی طرح خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ بھی خواجہ قطب علیہ رحمہ کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آتے تھے۔ آخر آپ نے وہ دو چادریں خواجہ قطب صاحب کو عنایت کیں، جو اُن سے خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ تک پہنچیں۔ سلطان المشائخ فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان دو چادروں کی زیارت کی ہے۔ غالبًا سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کو ملی ہوں گی۔ خواجہ بزرگ کو باون برس کی عمر میں خرقہ خلافت اور اجازت نامہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے ملا تھا۔ آپ مشغولی عظیم رکھتے تھے۔ جہاں کہیں جاتے تھے، اکثر قبرستان میں رہائش رکھتے اور روزانہ دو قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ جس جگہ آپ کی شہرت ہو جاتی آپ وہاں سے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ تبریز سے مہنہ کی طرف تشریف لے گئے اور شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ خرقان گئے تو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے فیض حاصل کیا۔ دو سال اس علاقے میں رہنے کے بعد آپ استر آباد تشریف لے گئے اور شیخ ناصر الدین استر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا فیض صحبت حاصل کیا۔ شیخ ناصر الدین عظیم القدر مشائخ تھے، جن کی عمر اس وقت ایک سو سات سال تھی اور جو دو تین واسطوں سے سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے۔ نیز انھوں نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کی محبت بھی پائی تھی۔

(ماخوذ از: مراۃ الاسرار، مؤلفہ: حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہ ، ترجمہ: حضرت کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ سعی واہتمام: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ)

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajagharibnawaz.life

حضرت خواجہ معین الدین حسن حسینی سجزی قدس سرہ

از: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ برصغیر ہندو پاک میں بڑے بڑے مشائخ کے سر حلقہ اور سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں، بیس سال تک سفر وحضر میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے، اور آپ کے سونے کے لباس کی نگرانی فرماتے تھے، خواجہ عثمان نے اس کے بعد نعمت خلافت سے آپ کو نوازا۔

آپ پتھو رارائے کے دور حکومت میں اجمیر (ہندوستان) تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے، پتھو رارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا، ایک روز اس نے آپ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا، وہ بیچارا آپ کے پاس فریاد لیکر پہنچا، آپ نے اس کی سفارش میں پتھو رارائے کے پاس ایک پیغامبر بھیجا، لیکن اس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ شخص یہاں آکر بیٹھ گیا ہے اور غیب کی باتیں کرتا ہے، جب خواجہ اجمیری کو یہ بات معلوم ہوئی، تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے پتھو را کو زندہ گرفتار کر کے حوالہ کر دیا، اسی زمانہ میں سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کی فوج غزنی سے پہنچی، پتھو رالشکر اسلام سے مقابلہ کے لئے آیا اور سلطان معز الدین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا، اسی تاریخ سے اس ملک میں اسلام پھیلا اور کفر کی جڑیں کٹ گئیں، مشہور ہے کہ خواجہ اجمیری کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پہ یہ نقش ظاہر ہوا کہ ''حبیب اللہ مات فی حب اللہ'' یعنی ''اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں دنیا سے گیا''

روایت: بعض کے نزدیک حضرت خواجہ کی وفات 6/ رجب 633ھ اور بعض کے نزدیک ماہ ذی الحجہ میں ہوئی لیکن پہلا قول صحیح ہے، اور اجمیر میں جہاں آپ کی اقامت تھی وہیں مزار ہوا، آپ کا مزار مبارک ابتدا میں اینٹوں سے بنایا گیا، پھر اس کو علی حالہ باقی رکھ کر پتھر کا ایک صندوق اسکے اوپر بنایا، اسی وجہ سے آپ کے مزار میں بلندی پیدا ہو گئی، سب سے پہلے آپ کے مزار کی عمارت خواجہ حسین ناگوری نے بنوائی، اس کے بعد دروازہ اور خانقاہ کسی بادشاہ نے تعمیر کرائے،

کلام: آپ کے کلام و ملفوظات دلیل العارفین میں حضرت خواجہ بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ نے جمع کر دیئے ہیں۔ اس میں تحریر ہے کہ آپ نے فرمایا: عاشق کا دل محبت کی آگ میں جلتا رہتا ہے، لہذا جو کچھ بھی اس دل میں آئیگا جل جائے گا اور نابود ہو جائے گا کیونکہ آتش محبت سے زیادہ تیزی کسی آگ میں نہیں۔

فرمایا: بہتی ندیوں کا شور سنو، کس طرح شور کرتی ہیں، لیکن جب سمندر میں پہنچتی ہیں بالکل خاموش ہو جاتی ہیں۔

فرمایا: میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے خود سُنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالے کے ایسے اولیاء بھی ہیں کہ اگر اس دنیا میں ایک لمحہ کبھی اس سے حجاب میں آجائیں تو نیست و نابود ہو جائیں۔

فرمایا: میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان

© https://www.khwajahasanmizami.life

سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالی اسے دوست رکھتا ہے، اول سمندروں جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت سوم، زمین جیسی تواضع۔

فرمایا: نیک لوگوں کی صحبت نیکی کرنے سے بہتر اور برے لوگوں کی صحبت بدی کرنے سے بدتر ہے۔

فرمایا: مرید اپنی توبہ میں اس وقت راسخ اور قائم سمجھا جائے گا جب کہ اس کی بائیں طرف والے فرشتہ نے بیس سال تک اس کا ایک بھی گناہ نہ لکھا ہو۔

فرمایا: میں خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا، فرماتے تھے کہ انسان مستحق فقر اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس عالم فانی میں اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے، محبت کی علامت یہ ہے کہ فرمانبردار رہتے ہوئے اس بات سے ڈرتے رہو کہ محبوب تمھیں دوستی سے جدا نہ کردے،

فرمایا: عارفوں کا بڑا بلند مقام ہے، جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام دنیا و مافیہا کو دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

فرمایا: عارف وہ ہے کہ جو کچھ چاہے وہ فوراً اس کے سامنے آجائے، اور جو کچھ بات کرے تو فوراً اس کی جانب سے اس کا جواب سن لے۔

فرمایا: محبت میں عارف کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ صفات حق اس کے اندر پیدا ہو جائیں اور محبت میں عارف کا درجہ کامل یہ ہے کہ اگر کوئی اس کے مقابلہ پر دعوی کر کے آئے تو وہ اپنی قوت کرامت سے اُسے گرفتار کرلے۔

فرمایا: ہم برسوں یہ کام کرتے رہے لیکن آخر میں ہیبت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا، فرمایا کہ تمہارا کوئی گناہ اتنا نقصان نہیں پہنچائے گا جتنا کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے سے پہنچے گا۔

فرمایا: پاس انفاس اہل معرفت کی عبادت ہے اور معرفت خداوندی کی علامت یہ ہے کہ مخلوق سے بھاگے اور معرفت میں خاموش رہے۔

فرمایا: عارف کو معرفت حاصل نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ معارف کو یاد نہ کرے، اور عارف وہ ہے جو اپنے دل سے غیر اللہ کو نکال باہر کرے تاکہ وہ بھی اسی طرح اکیلا ہو جائے جیسے اس کا محبوب یکتا ہے۔

فرمایا: بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرتا رہے پھر بھی مقبول بارگاہ ہونے کا امیدوار ہوں، اور عارف کی علامت یہ کہ خاموش اور غمگین رہے گا۔

فرمایا: جس نے بھی نعمت پائی وہ سخاوت کی وجہ سے پائی۔

فرمایا: درویش وہ ہے کہ جس کے پاس جو بھی حاجت لیکر آئے تو اُسے خالی ہاتھ اور معدوم واپس نہ کرے، اور عارف راہ محبت میں ایسا شخص ہے جو دو عالم سے دل ہٹالے۔

فرمایا: اس دنیا میں درویشوں کا درویشوں کے ساتھ بیٹھنا عزیز ترین چیز ہے، اور درویشوں کا درویشوں سے جدا ہونا بدترین چیز ہے، کیونکہ یہ جدائی علت سے خالی نہیں۔

فرمایا: درحقیقت متوکل وہ ہے جس کو مخلوق سے تکلیف واذیت حاصل ہو لیکن نہ وہ کسی سے شکایت کرے نہ کسی سے ذکر کرے، اور سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ حیران ہو۔

فرمایا: عارف کی علامت یہ ہے کہ موت کو پسند کرے، عیش وراحت کو چھوڑ دے اور یاد الٰہی سے اُنس حاصل کرے۔

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے محبین کو اپنے انوار سے زندہ فرمائیں تو یہی رویت ہے،

© https://www.khwajahasanizahi.life

فرمایا:اہل محبت وہ ہیں جو استاد کے بغیر دوست کی باتیں سنیں،

فرمایا:عارف وہ ہے جو صبح اُٹھے تو رات کی یاد اُسے نہ آئے،

فرمایا:سب سے بہتر وقت وہ ہے جب دل وسوسوں سے پاک ہو،

فرمایا:علم ایک بے پناہ سمندر ہے اور معرفت اُس کی ایک نالی ،سو کہاں خدا،کہاں بندہ علم اللہ کے لئے ہے اور معرفت بندہ کے لئے،

فرمایا : اہل معرفت ایسے آفتاب ہیں جو تمام عالم پر درخشاں ہیں،اور تمام عالم اُن کے نور سے روشن ہے،

فرمایا: لوگ منزل گاہ قرب کے نزدیک صرف اس وقت جا سکتے ہیں جب نماز میں مکمل فرمانبرداری کریں، کیونکہ مومن کی معراج یہی نماز ہے۔

مشہور ہے کہ اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ہندو راجہ کا نام جس کی حکومت حد غزنیں تگ تھی ''آجا'' تھا، نیز ''آجا'' ہندی میں آفتاب کو بھی کہتے ہیں، اور ''میر'' ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں، ہندوؤں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں پہاڑوں پر تعمیر ہونیوالی دیواروں میں سب سے پہلے یہی دیوار تعمیر ہوئی، جو اجمیر کے پہاڑ کے اوپر ہے اسی طرح سرزمین ہند میں جو سب سے پہلا حوض بنایا گیا وہ ''پھکر'' کا حوض ہے جو اجمیر سے آٹھ میل ہے اور ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں اور ہر سال چھ روز کے لئے ''تحویل عقرب'' کے وقت وہاں جمع ہو کر غسل کرتے ہیں، اپنی عمر عزیز اور اولاد کو ایک باطل مذھب کی بدولت برباد کرتے ہیں، ان میں سے جو قیامت کے قائل ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت بھی اسی حوض سے شروع ہوگی، اور ''آجا'' نام جو اس ملک میں ہندو تھے پہلے سے رکھتے تھے، پتھورا سب سے آخری راجہ ہے جس سے مسلمانوں نے ملک ہند حاصل کیا۔

''ناگور'' کا اکثر حصہ پتھورا کا آباد کردہ ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ پتھورا نے اپنے ایک افسر سے جو جانوروں کے گھاس دانہ کی نگرانی کرتا تھا، کہا، کہ گھوڑوں کے طویلہ کے لئے کوئی مناسب اور اچھا مقام تلاش کرو، وہاں شہر بھی آباد کروں گا، وہ افسر بہت گھوما پھرا ، جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں اب شہر ناگوار ہے تو اس نے ایک دنبی کو دیکھا کہ اس کے بچہ پیدا ہوا ہے اور ایک بھیڑیا اس بچہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو دنبی نے اپنے بچہ کو پیچھے کر کے اس بھیڑیے پر حملہ کی تیاری شروع کی، اس نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ یہ مردانہ جگہ ہے اور اس جنگل کا آب وگیاہ گھوڑوں کے لئے مفید ہے، چنانچہ وہاں ایک شہر آباد کر کے اسکا نام ''نوانگر'' یعنی نیا شہر رکھا، سلطان شہاب الدین غوری رحمتہ اللہ علیہ جب یہاں پہنچے اور پتھورا مارا گیا تو ان کی ترک فوجوں کے زمانہ میں یہ لفظ ''ناگور'' بن گیا، واللہ علم بالصواب

(ماخوذ از:اخبارالاخیار صفحہ 55 تا 59)

☆☆☆☆☆



حضرت الحاج ڈی محبوب پیراں نظامی صاحب کے مزار پر فاتحہ

© www.khwajahasannizami.life

حلقہ بگوش کا قلمی نذرانہ
خواجہ کے دربار میں

از: شمس العلماء مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ
(از: توحید 8/جون 1913ء)

شاہوں کے شاہ عرش پائے گاہ سلطان الہند اجمیری خواجہ کے دربار میں حلقہ بگوشوں کی نذریں گذر رہی ہیں۔ فقیر بے نوا خالی ہاتھ خانماں برباد۔ اس قابل کہاں ہے کہ جہاں پناہ کے حضور میں کچھ پیش کر سکے۔

ہند الولی دانا جانتے ہیں بندہ حسن گدڑی پوشوں میں پیدا ہوا مسکینوں میں گور غریباں میں جا کر سوئے گا زر و جوہر طلا و نقرہ کی نہ بھی اس نے اپنے وجود کے لیے خواہش کی نہ دوسروں کو ان کی حرص دلائی۔

خواجہ بابا اس شکل موہوم۔ معدوم ہستی نما کو پہنچانتے ہیں۔ پندرہ برس گزر گئے اخباری میدان میں خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام بلند کرنے کے لیے جس خیال سے نکلا تھا اس کی تعمیل میں کوئی دن کوئی رات کوئی گھنٹہ، کوئی ساعت، کوئی منٹ خالی نہیں جانے دیا۔ آج اگر وہ میدان میں یہ رجز پڑھے کہ خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے غلام کو دیکھیے جس نے قلم کی آگ سے لاکھوں آہنی دل موم کر دیے بے شمار انکار کرنے والی ہستیوں کو در آستان پر جھکا دیا تو ذرہ نواز خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اظہار قدردانی فرمائیں گے۔

اخبار توحید کا خواجہ نمبر بھی اسی دیرینہ جانفشانی و خدمت گزاری کا نمونہ ہے۔ دنیا والے جس قسم کا شوق رکھتے ہیں اور جن طریقوں سے بات کو سننا چاہتے ہیں اس کے موافق اور ان ہی طریقوں سے اور اسی پیرایہ سے گفتگو کی جاتی ہے۔

نمبر کا لفظ خواجہ بزرگ اور پاکیزہ نام نامی کے ساتھ بھرا اور بے جوڑ معلوم ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے یہ بھی نئے زمانہ کی رسم ہو گئی ہے۔۔ عہد انگلش میں ہے ہر چیز کے اندر نمبر۔ کیا عجب نکلا جو توحید کا خواجہ نمبر۔

لہذ الفظوں سے چشم پوشی کر کے ان معانی کی طرف توجہ کی جاتی ہے جن کی اشاعت اس دور جدید میں لازمی اور ضروری ہو گئی ہے۔ خواجہ نمبر اخبار توحید کی اور اس غلام بے زر خرید کی قلمی نذر ہے۔

بندہ حسن بصد زبان گفتہ کہ بندہ توام
تو بزبان خود بگو بندہ نواز کیستی ؟

خواجہ اور ان کے درباریوں میں یہ نئی روشنی کا نذرانہ لے جاتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ مگر حقائق شناس بارگاہ ضمائر آگاہ سرکار اپنے حلقہ بگوشوں کی نیت سے خبردار ہے۔ لہذا کمال ادب و عقیدت کے ساتھ یہ قلمی گلدستہ پیش کیا جاتا ہے۔

پھول پراگندہ ہیں۔ افسردہ اور بے رنگ ہیں لیکن خواجہ کے دربار میں اچھے برے سب کھپ جاتے ہیں۔ سب پر نظر الطاف رہتی ہے۔

عالم پناہ سلطان اس ناچیز نذر کو قبول فرمائیے اور اس میں ایسی برکت و تاثیر عنایت کیجیے کہ جو دیکھے سیدھا معانی کی تہہ میں پہنچ جائے تا کہ خاک بوس آستانہ کی محنت ٹھکانے لگے اور کسی وحدت کی ڈگر یا مل جائے اور

قلزم مضموں بہے اخبار میں
ناؤ کاغذ کی چلے منجدھار میں

© https://www.khwajahasannizami.life

اجمیری پہاڑ کا بولنا: اجمیر کے اونچے پہاڑ نے، جو رات دن خواجہ کے روضہ کو دیکھتا رہتا ہے۔ ہندستان والوں کو خطاب کر کے زبان حال سے کہا:۔

''میں سنگدل پتھروں کا پہاڑ ہوں مگر اے آدمی میرا دل چشمے بہاتا ہے۔ میں سختی میں ضرب المثل ہوں لیکن اے نرم مزاج کے مدعی انسان! تجھ سے زیادہ دوسروں کے کام آتا ہوں میں اجمیری ہوں میری بات سن مجھ کو نظر بصیرت سے دیکھ۔''

طور میرا بھائی تھا جس پر خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر پیغمبری دی۔ جودی بھی میرا ہم جنس تھا۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے قرار پکڑا۔ وہ میرے ہی ہم قوم پہاڑ کا غار تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند ستاروں اور سورج کو دیکھ کر خدا کا عرفان حاصل کیا۔

''بیت المقدس کا نورانی پہاڑ بھی مجھ جیسا پتھریلا تھا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلمہ الٰہی کا وعظ کہا۔ اور جو آج تک انجیل میں کوہ زیتون کے نام سے مشہور ہے۔''

''اس کے آگے کچھ اور کہوں تو سن سکے گا۔ تجھ میں تاب اور برداشت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش تو نہیں ہو جائے گا۔ اچھا تو آ تجھ سے وہ بھی کہوں حجاز کا نام سامنے لا۔ وہاں بھی میرا ہمشکل کالا کلوٹا سوکھا پہاڑ ہے۔ جس کی آغوش میں ایک تر و تازہ پھول کھلا جس کی وادی میں ایک گیسو دراز نے لکڑی کندھے پر رکھ کر بکریاں چرائیں، جس کے اوپر چڑھ کر اس نے اپنی قوم کو پکارا اور خدا کے غضب سے ڈرایا یہ وہی پہاڑ ہے۔ جس کے نیچے اس نے گھر چھوڑ کر راستہ چلا اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچا۔ اس پہاڑ کے دامن میں اس نے حق کا پیام ختم کر کے آرام فرمایا۔''

ذرا آنکھ بند کرتا کہ دل کی آنکھ کھلے اور دیکھ یہ سبز گنبد کس کا ہے؟ یہ اس کے چاروں طرف اونچی اونچی کالی دیواریں کس کی ہیں۔ یہ سب پہاڑ ہیں مجھ جیسے پتھر ہیں جن کی چوٹیوں پر خدا کی تجلیاں نازل ہو رہی ہیں۔ اس پہاڑ کی یاد میں مسلمان فاتحوں نے زمین کے سب بلند مرتبے والے پہاڑ فتح کر لیے اور ہندستان کا کوہ ہمالیہ بھی ان کے آگے جھک گیا۔

''بس وہی میں اجمیری پہاڑ ہوں۔ مدینہ میں حجازی پہاڑ سبز گنبد دیکھتا ہے۔ اجمیر میں مجھ کو سفید گنبد اسی وضع قطع کا نظر آتا ہے۔ مدینہ میں حجازی پہاڑ کے گرد دیکھوں لاکھوں مشتاق پروانہ وار **فانوس سبز:** سمجھ کر چکر لگاتے ہیں۔ اجمیر میں میری آنکھ بیشمار فدائیوں کو حجاب سفید کے آس پاس بے قرار مشاہدہ کرتی ہے جو مدینہ میں ہے وہی یہاں ہے۔ غفلت چھوڑ آنکھیں مل۔ منہ دھو اور ہوش ٹھکانے کر کے دیکھ۔ کیا جلوے ہیں۔ کیا شانیں ہیں؟ در خواجہ یا در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سراسر مدینہ کا نقشہ کھنچا ہے۔ دیکھنے سے فارغ ہو تو مدنی جبل کی یاد میں تو بھی ہاتھ پاؤں ہلا اور اپنے اجمیری پہاڑ کی عزت کو بلند کر۔ میرے تاراگڑھ کو امید کا ستارہ بنا۔ میرے چلے کو کمان توڑ کر تیر اندازی کی کمان میں ڈال اور نفس و خودی کے لشکروں پر تیر برسا۔ ادھر آ۔ ادھر جا۔ اس کو دکھا۔ اس پر تیر چلا۔ کمان جس طرف چاہے کھینچ مگر تیر کا نشانہ ایک ہی رکھتا کہ خود فراموش دشمن نفسانی چلا اٹھے اور کہے۔

کماں جانب دیگرے می کشد
ولے تیر برجان مامی زند

(ماخوذ از: سی پارہ دل۔ صفحہ 93 تا 98)

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ

اجمیر ایک راجدھانی تھی۔ سونہ رہی ! اجمیر ایک روحانی مرکز تھا سو ہے۔ دنیا میں جو آیا ہے اس کو جانا ہے۔ عام لوگ جاتے ہیں، خاص لوگ جاتے ہیں، پرجا جاتی ہے، راجا جاتے ہیں، راجدھانیاں مٹتی ہیں، حکومتیں فنا ہوتی ہیں لیکن ان جانے والوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر چلے جاتے ہیں مگر حقیقت میں ہوتے ہیں، جو بظاہر چلے جاتے ہیں مگر حقیقت میں نہیں جاتے۔ مشہور صوفی حضرت خواجہ معین الدین چشتی بھی ایک ایسے ہی بزرگ ہیں جو جاتے نظر آئے مگر سچ بات یہ ہے کہ گئے نہیں۔ آج تک موجود ہیں بھگت کبیر نے کہا تھا:

حد حد کرتے سب گئے اور بے حد گیا نہ کوئے
ان حد کے میدان میں رہا کبیرا سوئے

یعنی حد سے باہر اور فنا کی سرحد سے پرے بھی ایک مقام ہے جس کے اور چھور کا کچھ پتہ نہیں چلتا، وہاں زمان و مکان کی ساری حدیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ نہ رات ہے نہ دن ہے۔ نہ مہینہ ہے نہ سال ہے۔ وقت اگر وہاں ہے بھی تو ایسا ہے جس کی ناپ تول محال ہے۔ وہاں جگہ بھی کوئی نہیں۔ مکان بھی کوئی نہیں کہ جگہ کا مطلب حد! مکان کا مطلب حد! کبیر اس مقام کو ان حد کا نام دیتے ہیں اور وہاں کی خیریت اور بے خبری کا حال اس طرح سناتے ہیں کہ:

ان حد کے میدان میں رہا کبیرا سوئے

اجمیر والے خواجہ بھی ان حد کی دنیا کے آدمی تھے۔ وہ دنیا جہاں نہ کوئی مرتا ہے نہ جیتا ہے۔ اس دنیا کا حال کون کہہ سکتا ہے۔ کسی نے خدا کا حال کہا ہو اور پروردگار عالم کی تصویر کھینچی ہو تو 'ان حد' کا حال بھی بتائے کہ ان حد خاص اللہ میاں کی چیز ہے۔ انی اللہ میاں نے پیر پیغمبر بھیجے۔ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلو ؟ والسلام اسلام کا پیغام لائے اور جس وقت اس پیغام کو آئے کئی صدیاں گزر چکی تھیں اور بظاہر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ کر چکے تھے، انھوں نے ایک روحانی اشارہ فرمایا اور مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور جانشین حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر تشریف لے آئے۔ ان کا آنا جوگی کا پھیرا نہیں تھا کہ پھرتے پھراتے ادھر بھی آ نکلے اور دھونی رمالی۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ ایک مقصد لے کر آئے تھے۔ مقصد تھا برساتی کیڑوں اور پتنگوں کی طرح پیدا ہونے اور مرجانے والے انسانوں کو جیتے جی مرنے اور مر کر زندہ جاوید ہو جانے کا سلیقہ سکھائیں۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام کوئی نیا پیغام نہیں لائے تھے۔ ان کا پیغام وہی پیغام تھا جو ان سے پہلے خدا کی طرف سے خدا کے اور بندے لا چکے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ

© https://www.khwajahasannizami.life

اللہ علیہ بھی کوئی نئی بات لے کر نہیں آئے۔ ہندوستان سدا سے گیان دھیان کا دیس تھا۔ یہاں نئی بات کی ضرورت بھی نہ تھی۔ صرف گیان کی طرف اور عرفان کی طرف دھیان دلانے کا کام تھا۔ خدا کا حق اور بندوں کا حق ادا کرنے کا طریقہ انھیں بتانا تھا سو انھوں نے بتایا اور ایک نئی دنیا کی، روحانی دنیا کی، اُس دنیا کی خبر دی جو خود دنیا میں پہلے ہی سے موجود تھی مگر اسے اسی طرح دریافت کرنا تھا جیسے امریکہ کو دریافت کیا گیا۔ یہ دنیا آدمی کے اپنے اندر تھی اس کے راستے انوکھے تھے، سواریاں نرالی تھیں، مول تول کا ڈھنگ جدا گانہ تھا۔ اس کے راستے کسی کو کہیں کسی کو کہیں نہیں پہنچاتے تھے۔ یہاں کے راستے سب کے سب ایک منزل پر مل جاتے تھے۔ ہر آدمی کہیں سے بھی چلے پہنچتا اسی ایک منزل پر تھا۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا جب منزل ایک ہے تو مسافر الگ نہیں ہو سکتے۔ اس راہ کی مزے داری یہ ہے کہ ساتھ لے کر چلو، ساتھ ہو کر چلو، دُکھ ساتھ سہو، سکھ ساتھ اُٹھاؤ!

دنیا والے خدا کا نام کسی نہ کسی ڈھنگ سے سب بتاتے تھے مگر یہ کوئی نہ سمجھا تا تھا کہ خدا روز صبح سورج کو اس طرح طلوع کراتا ہے کہ اس کی روشنی، اس کی گرمی اپنے پرائے اچھے بُرے ادنی اعلیٰ سب کو ملتی ہے۔ خدا کے دریا سورج ہی کی طرح پیاس بجھاتے وقت کوئی بھید بھاؤ نہیں برتے، سب کی پیاس دور کرتے ہیں اور خدا کی زمین جس سے ہم نے جنم لیا، جس سے ہم پلتے بڑھتے ہیں، تواضع سے ہمارے پیروں تلے بچھی رہتی ہے۔ اس لیے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سچا خدا پرست اور خدا کا سچا دوست وہی ہے جس میں سورج کی سی شفقت، دریا کی سی سخاوت اور زمین کی سی تواضع پائی جائے۔

فارسی میں غریب مسافر کو کہتے ہیں۔ اُردو میں غریب وہ کہلاتا ہے جس کے پاس دھن دولت نہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں کو نوازا اور یوں غریب نواز کہلائے۔ جو لوگ ان تک نہ جا سکے، دور سے یاد کیا ان کی مدد بھی فرمائی۔ کون نہیں جانتا، اکبر بادشاہ کا زمانہ آیا تو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو دنیا سے گئے کئی صدیاں گزر چکی تھیں۔ اور خود اکبر اجمیر سے دور دراز آگرے میں مقیم تھا مگر اکبر نے حضرت کو یاد کیا اور عرض کی میرے ہاں بیٹا نہیں ہے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ اکبر کے ہاں جہانگیر جیسے بیٹے نے جنم لیا۔ اکبر پیدل اجمیر حاضر ہوا۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا کارنامہ صرف یہی نہیں ہے کہ انھوں نے ظاہری زندگی میں اور اس کے بعد آج تک انگنت لوگوں کا ہاتھ تھاما، دست گیری کی، مدد فرمائی بلکہ انھوں نے اپنے ہی جیسے بے شمار لوگ تیار کر دیئے جو لوگوں کا ہاتھ تھام سکیں، دست گیری کر سکیں، مدد فرما سکیں، انھیں خدا سے جوڑ سکیں اور خود اپنے انسان بھائیوں سے بھی ملا سکیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گدی نشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنے پیر کے مشن کو جاری رکھا۔ حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے وہی حضرت گنج شکر جن کی بانیاں سکھ گورو صاحبان نے اپنی مذہبی کتاب گورو

© https://www.khwajahasannizami.life

گرنتھ صاحب میں درج کیں اور حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ رحمتہ اللہ علیہ جیسے بزرگ کو بنایا اور ان سب بزرگوں کے چراغوں اور دیوں سے جو چراغ اور دیے روشن ہوئے وہ آج تک روشنی دے رہے ہیں اور راستہ دکھا رہے ہیں۔ ان بزرگوں نے انسانوں کی اور سماج کی کیسی کایا پلٹ کر دی تھی۔ اس کا ایک دلچسپ قصہ تاریخ کے صفحات سے سنیے۔ زمانہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا ہے یعنی آج سے سات سو برس پہلے کا۔

دلی کا بازار ہے۔ ایک روٹی بیچنے والے کی دُکان پر گاہک آتا ہے۔ پوچھتا ہے روٹی کیا بھاؤ ہے؟ دکاندار ادا سے کہتا ہے بھاؤ پوچھتے ہو تو لو سنو! ترازو کے ایک پلڑے میں روٹی رکھتا ہوں اور دوسرے میں سونا! اور جب سونے والا پلڑا جھک جاتا ہے تو روٹی اُٹھا کر گاہک کو تھما دیتا ہوں۔ روٹی خریدنے والا بھی البیلا آدمی تھا۔ ہنس کر بولا۔ اگر کسی کے پاس سونا نہ ہو تو وہ روٹی کیسے خریدے؟ دُکاندار نے کہا ایسی صورت میں سونے کے بدلے میں آدمی کے دل کا درد ترازو کے پلڑے میں رکھتا ہوں۔ میرے ہاں سودا اس طرح بھی خریدا جا سکتا ہے!

سمجھنے والے سمجھ گئے ہوں گے کہ دُکاندار نے کیا کہا اور گاہک نے کیا سمجھا۔ دُکاندار نے پہلے تو یہ جتایا کہ آدمی کا پیٹ بھرنا، اس کی ضرورت پوری کرنا کن ہی داموں ہو، مہنگا سودا نہیں ہے۔ دوسرے یہ بھی یاد رکھو کہ دھن دولت ہی سب کچھ نہیں۔ دردمندی انسانوں کی غم خواری ایثار اور قربانی کے مول بھی دنیا کے سودے اور کاروبار ہو سکتے ہیں اور کھرا کاروبار دراصل یہی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں صبح شام لنگر آج بھی ہوتا ہے۔ ان کے ہاں جا کر آدمی نہ بھوکا رہ سکتا ہے نہ ننگا۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے ماں باپ ان کو بہت چھوٹا چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے تھے۔ حضرت نے اس کم عمری میں پہلا کام یہ کیا تھا کہ ماں باپ سے جو پونجی ورثے میں ملی تھی وہ سب کی سب جائیداد کے ساتھ خدا کی راہ میں لٹا دی تھی۔ حضرت آج بھی لکھ لٹ داستا ہیں اور لاکھ کا لفظ تو محض محاورے کے طور پر استعمال ہوا۔ ان حد والے کے ہاں بھلا حد کہاں ہو سکتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے نہ زمانہ ہم کو دور کر سکا ہے، نہ زمین کے فاصلے روکاوٹ بنے ہیں۔ ہندو ہو، مسلمان ہو، سکھ جو، عیسائی ہو بلکہ کچھ بھی نہ ہو یا سب کچھ ہو، ہر ایک اجمیری خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور اجمیری خواجہ رحمتہ اللہ علیہ ہر ایک کے ہیں۔ خدا کے سورج کی طرح خدا کے پانی کی طرح خدا کی زمین کی طرح اور اجازت دی جائے تو یوں کیوں نہ کہہ دوں کہ خود پاک پروردگار جگ کے پالنہار کی طرح اللہ کی مخلوق اللہ کا بندہ اس طرح خدا کا ہو جائے کہ اسے دیکھ کر خود خدا یاد آئے۔ جو ہمیشہ رہے، ہمیشہ کام آئے، اس کا گن گان بھی ہمیشہ رہتا ہے۔ اجمیر نے بھی صدیوں سے دنیا بھر میں دھوم مچا رکھی ہے۔ اللہ چشتیوں کے اس چراغ کو سدا روشن رکھے۔

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو۔ ماخوذ از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ: شخصیت اور کارنامے صفحہ 125 تا 127)

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا عرس اور اس کی اہمیت اور افادیت کے چند پہلو

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ

کسی بزرگ نے خوش طبعی کے طور پر حج کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عرس کہا تھا تو کچھ غلط نہیں کہا تھا کیونکہ حج کے تقریباً سب ہی مناسک حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے خاندان کی یادگار ہیں۔ اصل میں اللہ کے نیک اور محبوب بندے ایک ایسی علامت بن جاتے ہیں کہ انھیں دیکھ کر اسی طرح خدا یاد آتا ہے جس طرح کعبتہ اللہ کی زیارت اور دیدار سے یاد الٰہی ہوتی ہے۔ شاید اسی لیے ایک انسان اور اس کے گھر والوں کی یادگار حج کے نام سے ایک مذہبی رکن قرار پائی اور فرمان خداوندی کے ذریعے اس کی تائید اور توثیق ہوئی۔ نیز اس کی طرف سفر کرنا ضروری سمجھا گیا۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا عرس شریف بھی دراصل ایک دینی اجتماع ہے۔ جس طرح مسجد میں اعتکاف کرنے والے کچھ وقت کے لیے اپنے آپ کو بالکل خدا کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور سارے دنیوی تعلقات سے منہ موڑ لیتے ہیں، اسی طرح عرس میں آنے والے بھی چند دن ایسے گزارتے ہیں کہ ایک ایک لمحہ اللہ اور اللہ والوں کی یاد اور ان کے حضور میں بسر ہوتا ہے۔

1913ء میں حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو ایک خط لکھا تھا اور ان سے پوچھا تھا کہ ''کیا آپ اجمیری خواجہ صاحب کی درگاہ اور عرس کو کسی حیثیت سے آج کل مفید سمجھتے ہیں؟ جواب دوسطری اور جلد ہونا چاہیے۔''

مولانا نے اپنے دوسطری جواب میں لکھا تھا۔ ایک اتنا بڑا مذہبی اجتماع کیوں نہ مفید ہو؟ البتہ ضروری ہے کہ اصلاح کی جائے نیز ضروری ہے کہ تبدیلیاں ہوں! مولانا مرحوم کو جواب کے لیے دو سطروں کا پابند کر دیا گیا تھا۔ اس لیے وہ یہ نہ بتا سکے کہ عرس میں انھیں کون سی اصلاحیں مطلوب تھیں اور کن تبدیلیوں کے وہ خواہش مند تھے۔ البتہ ان کے جواب سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عرس کو کوئی غیر مذہبی چیز نہیں سمجھتے تھے اور انھوں نے عرس کے اجتماع کو ایک مذہبی اور دینی اجتماع ہی قرار دیا تھا۔

عرس کے لغوی معنی شادی کی دعوت اور قافلے کے پڑاؤ کے ہیں۔ مومن کے لیے موت کوئی ڈراؤنی اور ہیبت ناک چیز نہیں ہوتی۔ وہ اس کا متمنی رہتا ہے۔ اس کو خوش آمدید کہتا ہے اور اہل اللہ رحلت کے دن اور وقت کو بڑا مبارک دن اور بڑی خوشی کا وقت سمجھتے ہیں۔ اسی لیے ان کی تاریخ وفات عرس اور شادی کی دعوت سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اس دن وہ دنیا کا سفر طے کر کے آخرت کی منزل پر اترتے ہیں اور محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متمنی ہوتے ہیں۔

خواجہ خواجگان کا پہلا عرس یا ابتدائی زمانے کے اعراس

© https://www.khwajahasannizami.life

کس طرح ہوئے؟ کون کون سی رسمیں اس وقت ادا کی گئیں؟ اس کا تفصیلی اور معتبر تاریخی ریکارڈ تو تواتر کی سند کے علاوہ شاید اور کوئی موجود نہ ہوتا ہم قدیم تاریخوں اور تذکروں سے فاتحہ، ایصالِ ثواب لنگر اور عام اجتماع کا ثبوت یقیناً ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی خانقاہ اور درگاہ کے علاوہ بھی عرس کے اجتماع جگہ جگہ ہوتے تھے۔ چنانچہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے کسی ہم عصر پیر نے حضور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی فاتحہ میں شرکت کا بلاوا بھیجا تو حضرت نے ان الفاظ کے ساتھ معذرت فرمائی تھی کہ میرے ہاں بھی پیرو مرشد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی فاتحہ ہے۔ حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ عرس کے طعام تبرک کو سکھا کر رکھ لیتے تھے اور سارے سال ضرورت مندوں کو یہ تبرک تقسیم فرماتے رہتے تھے اور لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اس کی برکت سے صحت و شفا اور دوسری مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔

دہلی میں اجمیر شریف کے عرس سے پہلے درگاہ حضرت خواجہ قطب صاحب میں چھڑیوں کا میلہ لگتا ہے اور اس میلے اور اجتماع سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسم بعد کے زمانے میں کسی بزرگ کی شروع کی ہوئی نہیں ہے بلکہ حضور خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے ابتدائی اعراس کے دور ہی میں غالباً قائم ہوگئی ہوگی۔ ورنہ یہ میلہ خواجہ قطب صاحب کے بجائے رسم شروع کرنے والے بزرگ کے مزار پر لگا کرتا۔ ہندوستان میں قدیم زمانے سے جبکہ سفر دشوار تھا اور راستے غیر محفوظ تھے یہ رواج تھا کہ کوئی شخص تیرتھ یاترا کا ارادہ کرتا تو ایک چھڑی لے کر اور ایک جھنڈی اس میں باندھ کر اپنے گاؤں سے نکل کھڑا ہوتا اور اس چھڑی کو دیکھ کر گاؤں گاؤں اور بستی بستی کے لوگ جو جاترا کا ارادہ رکھتے اس شخص کے ساتھ ہو لیتے اور ایک قافلہ بن جاتا۔ چھڑیوں کے یہ قافلے پہلے چھوٹے چھوٹے تیرتھوں میں جمع ہوتے اور وہاں سے جگہ جگہ کی چھڑیاں ایک بڑے قافلے کی صورت میں مرکزی تیرتھ کی طرف روانہ ہو جاتیں۔ ان مذہبی قافلوں کا چودھ اکو تک احترام کرتے اور سارے راستے اس قافلے کی آؤ بھگت ہوتی رہتی۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی محبوبیت اور مقبولیت کے ڈنکے ان کی ظاہری حیات پاک ہی میں بجنے لگے تھے اس لیے ان کے عرس میں شرکت کے لیے عقیدت مندوں نے وہی طریقہ اپنایا جو زمانہ قدیم سے ہندوستان میں رائج تھا۔ سارے برصغیر سے چھڑیوں کے قافلے دہلی میں جمع ہوتے اور وہاں سے ایک بڑا قافلہ اجمیر آتا۔ قدیم رسم اور ریل موٹر اور ہوائی جہاز کے زمانے میں بھی قائم ہے اور ایک چھوٹا سا قافلہ آج بھی دہلی ہوتا ہوا پیدل اجمیر تک آتا ہے۔ مذہبی اور روحانی پہلو سے قطع نظر عرسوں کے یہ اجتماع اور قافلوں کے سفر ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے سمجھنے اور ساتھ رہنے سہنے کے ایسے مواقع فراہم کرتے تھے کہ اور کہیں بھی اس طرح کا مل بیٹھنا شاید ممکن نہ تھا۔ ہمارے اس دیس اس برصغیر کا کونا کونا اپنی جگہ ایک جہانِ دیگر ہے۔ بولیاں الگ رسم و رواج الگ، کھان پان جدا، لباس مختلف۔ اس کثرت کو وحدت سچ پوچھئے تو عرسوں جیسے مذہبی اجتماعات ہی نے عطا کی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خواجہ کی بارگاہ کو میدانِ عرفات کی یادگار کہوں کہ یہاں بھی ہندوستان پاکستان ہی کا نہیں، ساری دُنیا کا آدمی آتا ہے اور اپنی بولیوں، اپنے رسم و رواج، اپنے کھان پان، اپنے لباس کے

فرق کو بھول کر ایک خدا اور ایک انسانیت کے تصور میں غرق ہو جاتا ہے۔ عرس ہر جگہ ہوتے ہیں لیکن یہ سب سے بڑی بارگاہ اور سب سے بڑا عرس ہے۔ قدیم زمانے سے یہ عرس وہ کام اور وہ فرض انجام دے رہا ہے جو نئی دُنیا میں اخبار اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن انجام دیتے ہیں۔ یہاں جنوب کو شمال کی، شمال کو جنوب کی، مشرق کو مغرب کی، مغرب کو مشرق کی، ادنی کو اعلیٰ کی اور اعلیٰ کو ادنی کی خبر ہی نہیں ملتی۔ سب کو اپنے اصلی روپ میں دیکھنے، برتنے اور برداشت کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ جیو اور جینے دو کے اصول کو اپنانے کی ضرورت یہیں آشکار ہوتی ہے۔ یہاں دو گھڑی کا ملنا ایک مستقل مفاہمت، ایک دیرپا شناسائی، ازلی اور ابدی یگانگت کے احساس کو جنم دیتا ہے۔

مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ یہ بارگاہ وہ پہلی اور آج تک سب سے بڑی بارگاہ ہے جہاں غیر مسلموں کو معلوم ہوا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کیسے ہیں؟ اور صرف یہی نہیں خود مسلمانوں کو بھی پتہ چلا کہ ان کے ہم وطن ان کے ساتھ رہنے بسنے والے جو دوسرے عقائد، دوسرے رسم و رواج، دوسری معاشرت بظاہر رکھتے ہیں کس کس طرح ان کے ساتھ ہیں۔ کون سی باتیں باہم مشترک ہیں۔ کن کن اچھی باتوں کا آپس میں تبادلہ ہوسکتا ہے اور کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جنھیں چھوڑ دینا چاہیے۔ خواجہ کا عرس آئینہ ہے اپنے آپ کو دیکھنے کا۔ اپنے آپ کو بنانے سنوارنے کا اور آئینہ بھی ایسا آئینہ جس میں صرف ظاہری روپ ہی نظر نہیں آتا، اندر کے پردے بھی اُٹھتے ہیں۔ باطن بھی نظر آتا ہے۔ وہاں کی جھاڑ و بہار و کی خبر بھی لگتی ہے وہاں کے میل کچیل سے بھی آگاہی ہوتی ہے، وہاں کی اگنی، وہاں کی جوت، وہاں کی تجلی کو بھی موقع ملتا ہے کہ باہر آئے۔ جلوے دکھائے، دل پگھلیں، آنکھوں کے چشمے رواں ہوں۔

لوگ عرس کو صرف روٹی بیٹا مانگنے کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اس پر طرح طرح کے الزام دھرتے ہیں۔ روٹی بیٹا مانگنے کے جذبے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک ماورائی روحانیت کے متلاشی ایک موہوم تصور کے جویا رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ روٹی بیٹا ہی اصلی روحانیت اور خدا رسیدگی کی پہلی سیڑھی ہے۔ یہ پہلا تعلق اور پہلا رشتہ ہے جو پالنہار اور پلنے والوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ یہی وہ ڈور ہے جو خالق اور مخلوق کو ملاتی ہے اور پریم بندھن تک جا پہنچتی ہے۔ یہ کچا دھاگا کہنے کو کچا دھاگا ہے، لیکن جو اس کے تقدس سے واقف ہے، جو اس کو سنبھالنے اس کو قائم رکھنے کا راز جانتا ہے اس کا جذبہ یقین اس کا ایمان اس کو دُنیا کا سب سے مضبوط رشتہ سب سے پکی ڈور بنا دیتا ہے۔ وہ خود بڑھتا ہے، خود جھکتا ہے اور اس پریم بندھن کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔ ہمارے ہندو بھائی گلے میں جینو ڈالتے ہیں۔ خواجہ کے عقیدت مند خواجہ کی بدھی پہنتے ہیں۔ مجھے اس کی فلاسفی معلوم نہیں ہے۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ شاید یہ اسی پریم بندھن کی علامت ہے، خالق و مخلوق کے رشتے کی نشانی، جس کا سب سے بڑا چنہ، سب سے بڑا ثبوت خود خواجہ کی ذات پاک ہے۔ ان کا عرس ہے، ان کے عرس کا یہ اجتماع ہے۔

خواجہ کی دیگ لٹتی ہے تو نئے زمانے کے لوگوں کو اس میں صفائی نظر نہیں آتی۔ یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ آخر اتنی بڑی دیگ بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہی کھانا چھوٹی چھوٹی دیگوں میں کیوں نہیں پکا دیا جاتا؟ لوگوں کو بٹھا کر کیوں نہیں کھلا دیا جاتا؟ یہاں کی دونوں دیگیں اکبر اور جہانگیر دو بادشاہوں کی یادگار ہیں۔ لیکن ان کے بنوانے اور ایک رسم قائم کرنے کے پیچھے مجھے تو کسی اللہ

© https://www.khwajahasannizami.site

والے کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ عجوبہ پسند ذہن اسی بہانے رب العالمین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔لکھ لٹ داتا کا دھیان ان کو آتا ہے۔مولانا آزاد کے ذہن میں بھی عرسوں کی اصلاح کی رائے دیتے وقت غالبًا اسی طرح کی اصلاحیں ہوں گی کہ دیگوں کی لوٹ اور تقسیم تبرک کا طریقہ بدلا جائے۔چند سال پہلے ایک صاحب نے اس کی کوشش بھی کی تھی مگر نتیجہ آپ سب کو معلوم ہے کہ لوٹ میں دیگ چند منٹ میں خالی ہو جاتی ہے۔دن بھر بھی خالی نہ ہو سکی اور کھانا خراب ہو گیا۔

قوالی اور سماع چشتی عرسوں کی خصوصیت ہے اور اس پہاڑی ندی کی مانند ہے جو کٹاؤ کرتی ہوئی دوسرے مذاہب اور عقائد تک جا پہنچی ہے اور بظاہر غیر کہلانے والوں نے بھی جسے اپنا لیا ہے۔اپنی بات پہنچانے کا ایسا ذریعہ ہے جس کے اثر اور نفوذ کے سلسلے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔یہ ضرور ہے کہ رائج الوقت قوالی بہت کچھ اصلاح طلب ہو گئی ہے اور ہم کو بڑی خوشی ہے کہ جہاں سے یہ چیز نکلی تھی وہیں سے اصلاح بھی شروع ہوئی ہے۔حضرت قبلہ متولی صاحب نے سماع اور قوالی کا جو معیار قائم فرمایا ہے وہ ساری دنیا کے لیے ایک نمونہ ہے۔اس کے ساتھ ہی سیمینار اور مذاکروں کا اہتمام جو نئے زمانے کی ضرورت کے عین مطابق ہے اور جس کے لیے حضرت صاحبزادہ حلیم میاں صاحب چشتی اور ان کے رفقاء ہر سال بڑی محنت فرماتے ہیں، اس بات کی علامت ہے کہ خانقاہی لوگ لکیر کے فقیر نہیں ہیں۔انھوں نے ہمیشہ زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے اور وقت کی پکار پر لبیک کہی ہے۔سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے اشارے پر ان کے مرید اور خلیفہ اور جگت استاد حضرت مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ علیہ نے اصول السماع کے عنوان سے سماع کے جواز اور شرائط پر جو رسالہ لکھا تھا اس کا پہلا جملہ یہی تھا کہ صوفی جکڑ بندی کا قائل نہیں ہوتا۔اصول کے ساتھ آزادی اس کا طرہ امتیاز ہے۔عرس اور خاص کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مسلمانوں کا وہ واحد اجتماع ہے جہاں خود شناسی اور خدا شناسی کے دروازے بند کر کے محض گھر کی محض پرائیویٹ بات نہیں رکھی جاتی بلکہ سب کو دعوت دی جاتی ہے۔سب کو بلایا جاتا ہے اور سب لوگ بلا لحاظ مذہب وملت اور عقیدہ وخیال یہاں لبیک پکارتے ہوئے آتے ہیں۔یہ عرس وہ زلیخا ہے جو حسن یوسف کی جھلک دکھا کر سب سکھ سکھیوں کی انگلیاں کٹوا دیتی ہے۔سب کو خدا رسیدہ بنا دیتی ہے۔چھاتی پر ہاتھ دھر کے ایمان سے کہہ دیجیے ہمارے خواجہ اور ہمارے خواجگان کے سوا کبھی کسی سے یہ ہوا تھا؟

(یہ مضمون چشتی سیمینار منعقد واجمیر شریف میں پڑھا گیا جو حضرت صاحبزادہ حلیم میاں چشتی کے زیر اہتمام رجب ۱۴۴۱ھ میں منعقد ہوا تھا۔ماخوذ از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ: شخصیت اور کارنامے صفحہ 138 تا 141)

☆☆☆☆☆



گنتکل میں حضرت خواجہ سید محمد نظامی صاحب کی حاضری

اجمیری خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی مسافر نوازی

از : خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

جب غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کسی کو بلانا چاہتے ہیں تو اللہ میاں ہر رکاوٹ کو دور کر دیتے ہیں۔ مجھے ابھی تک اجمیر شریف کی حاضری میسر نہ آئی تھی جی بہت چاہتا تھا لیکن پہلے تعلیم اور اس کے بعد دفتر کے جھمیلوں نے درخواجہ پر حاضری سے محروم رکھا، اس دفعہ پھلواری شریف سے حضرت مولانا شاہ غلام حسنین صاحب چشتی پھلواری خلف حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ میں اجمیر شریف جاؤں گا اور راستے میں تم سے بھی ملاقات ہوگی۔

منادی کو وقت پر شائع کرنے کی پابندی کی وجہ سے آج کل دہلی سے باہر جانا بڑا مشکل ہے، اور عرس میں چھ سات دن کی حاضری تو بظاہر ناممکن نظر آتی تھی، لیکن میں نے خیال کیا کہ حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ بلانا چاہیں تو حضرت شاہ غلام حسنین صاحب کی برکت سے شاید مجھے بھی حاضری کا موقع مل جائے، لیکن یہ بات خیال ہی تک محدود رہی سفر کی تیاری نہیں کی۔

30/ جمادی الثانی کو حضرت مولانا پھلواری شریف سے تشریف لائے اور فرمایا کہ تیار ہو جاؤ، شام کی گاڑی سے میرے ساتھ اجمیر شریف چلنا ہے، عقل کہتی تھی کہ دفتر کے کام کو اتنی جلدی نمٹنا اور کسی کے سپرد کرنا بہت مشکل ہے، اس کے علاوہ باوا جان (حضرت خواجہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی) کو بواسیر کا خون آرہا ہے، ایسی حالت میں ان کو چھوڑنا بھی نامناسب ہے، اس لئے یہ سفر ناممکن ہے، لیکن دل چاہتا تھا کہ ضرور جانا چاہئے، ایسے موقع بار بار نہیں آتے، اسی گومگو میں تھا کہ باوا جان کو اس کا علم ہوا، اور انھوں نے کہا کہ "میری بیماری کا فکر نہ کرو اور وقت کے کام کو بھی چھوڑو اور اجمیر شریف چلے جاؤ اور مجھے بڑے خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار سے بڑی بڑی نعمتیں ملیں، اور تمہارے لئے بھی ایسے کام کی شروعات کے وقت وہاں کی حاضری بہت ضروری ہے" اس حکم نے ساری دشواریوں کو آسان کر دیا، دفتر کے سارے کو اس طرح چھوڑا کہ سید مقصود علی شاہ نظامی صاحب کو خط لکھ رہا تھا، ان کا پتہ لکھ کر تاریخ آدھی لکھی تھی، کہ ایسے ویسے ہی رہنے دیا اور سفر کا سامان باندھ لیا۔

عرس شریف کے زمانے میں زائرین کی کثرت کی وجہ سے ریل میں بہت مشکل سے جگہ ملتی ہے، اس لئے خیال ہوا کہ رات کے واسطے ایک سیٹ ریزرو کرالینی چاہئے، لیکن ریزرویشن والوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی جگہ خالی نہیں ہے!

خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے کرم کی ابتداء ہوئی، سیٹ کا نہ ملنا نصیحت تھی کہ جفاکشی کی عادت ڈالو، اگر ابھی سے آرام طلبی کی تو کامیاب کیسے ہوگے؟ جس کمپارٹمنٹ میں حضرت شاہ غلام حسنین صاحب قبلہ کی سیٹ ریزرو تھی اس میں کل چار سیٹیں تھیں، اونچے کی ایک سیٹ پر حضرت شاہ صاحب کا بستر بچھا دیا، اور جناب حسن ثانی صاحب فرش پر دونوں سیٹوں کے درمیان بستر بچھا کر دراز ہوگئے، تھوڑی دیر میں پانچ

چھ مسافر اور سوار ہوئے، ان میں سے دو کو ریواڑی تک جانا تھا، اور بقیہ تین چار آدمیوں کے خاندان کو اجمیر تشریف سے آگے کی جگہ جانا تھا، اور انھوں نے کمپارٹمنٹ کی بقیہ تین سیٹیں ریزرو کرا رکھی تھیں، انہوں نے آتے ہی مجھ کو اور ریواڑی جانے والے دونوں اصحاب کو الٹی میٹم دیا کہ چونکہ ہم نے سیٹیں ریزرو کرا رکھی ہیں اسلئے فوراً گاڑی سے اتر جاؤ، ریواڑی جانے والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ ان کی منزل دو گھنٹے بعد آجائے گی، اور میں نے کہا میری منزل چاہے جب آئے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مجھے آپ کی سیٹوں سے کوئی سروکار نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اور ان کی بیوی ہم لوگوں کو برابر برا بھلا کہتے رہے۔ گجرات کی کسی ہندو ریاست سے یہ لوگ تعلق رکھتے تھے بیچاروں کی ریاست ختم ہوگئی لیکن دماغ سے حکومت اور احساس برتری کا بھوت ابھی تک نہیں اترا، دو اسٹیشن گزرنے کے بعد یہ لوگ گارڈ کو بلا کر لائے اور اس سے شکایت کر کے ہمیں نکالنا چاہا۔ گارڈ صاحب بہت شریف آدمی تھے انھوں نے پہلے تو ان کو نرمی سے سمجھایا کہ آپ کی سیٹیں خالی ہیں، آپ آرام کیجئے، یہ عرس کا موقع ہے، تھوڑی بہت تکلیف ہو تو اس کا خیال نہ کیجئے اس پر تیز ہوئے اس نے نہایت سنجیدگی پوچھا کہ آپ کے ساتھ جو دو نوکر سوار ہیں کیا آپ نے ان کا سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ بنوالیا ہے؟ اس نئی صورت حال سے راجہ صاحب بہت گھبرائے، اور میرے متعلق کہا کہ ان سے تو مجھے کوئی شکایت ہی نہیں ہے، البتہ ریواڑی جانے والے صاحب ذرا آرام سے بیٹھ جائیں ابھی تھوڑی دیر میں تو ان کا اسٹیشن آ ہی جائے گا!

25/فروری، یکم رجب جمعہ، درخواجہ:

چاروں طرف خشک پہاڑ ہیں۔ عام لوگوں کے لئے ان میں کوئی چیز دل فریبی کی نہیں ہے لیکن ذرا ان کے دل سیپو چھو جو ہزار ہا میل کی مسافت طے کر کے تکلیفیں اٹھا کر جوق جوق آرہے ہیں، ان کے لئے تو یہ حسین ترین جگہ ہے، کیونکہ یہاں وہ ہے جو خدا کا پیارا ہے جو بے شمار اندھوں کا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچا دیتا ہے، جس کے وسیلے سے ہزاروں انسان خدا کے دربار میں حاضری کی تمنا رکھتے ہیں، یہاں کے ننگے پہاڑ ان خشک پہاڑیوں کی یاد دلاتے ہیں جن کے دامن میں ایک پیارا پیارا بچہ پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا، اور مامتا کی ماری ایک ماں پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑ رہی تھی جہاں ایک کالی کملی والے نے توحید کی شمع روشن کی، اور جن پہاڑیوں کے ایک سیاہ پوش مکان کے رُخ دن میں پانچ دفعہ کروڑوں مغرور اور نیاز مند پیشانیاں جھک جاتی ہیں۔ جن کا مالک بھوک میں روٹی، خوف میں امن، ننگوں کو کپڑا، بے اولادوں کو اولاد، مفلسوں کو دولت اور اضطراب میں سکون دیتا ہے، جس سے بے شمار انسان محبت کرتے ہیں، اور جو خود بھی اپنے بعض بندوں کو بہت زیادہ محبوب رکھتا ہے، اس لئے ہم بھی خدا کے محبوب اپنے خواجہ کو چاہتے ہیں اگرچہ ہماری چاہت بے غرض نہیں ہے، ہم بے شمار دنیاوی آرزوئیں لے کر درخواجہ پر حاضری دیتے ہیں کہ شائد ان کے وسیلے سے ہماری دنیاوی بیڑے زمانے کے طوفانوں سے محفوظ رہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ہم پر رحم کیا جائے لیکن اپنے پالنے والے کی شان رحیمی

اور کریمی سے واقف ہیں۔ اس لئے کامیاب اور ہوشیار بھیکا راویوں کی طرح اپنے خواجہ سے کہتے ہیں " برمن منگری کردم خویش نگر " مجھ کو کیا دیکھتے ہو اپنے کریم کو دیکھو! تم نے اچھوں کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ برے کدھر جائیں؟ اور جب اللہ اپنے محبوب کو ان صداؤں سے متاثر دیکھتا ہے تو اس کی شان رحیمی اور کریمی کو عطا بخشش کے لئے ایک بہانہ مل جاتا ہے غیبی خزانوں کے منہ کھل جاتے ہیں، اور لوٹنے والے لوٹتے ہیں۔

سوا نو بجے گاڑی اجمیر شریف پہنچی، صاحبزادے سید فضل احمد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید حبیب احمد صاحب حضرت شاہ صاحب کو لینے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ان کے ساتھ بہار منزل واقع چوک چاہ رہٹ پہنچے، گیارہ بجے نماز جمعہ کے لئے آستانہ شریف میں حاضر ہوئے مشرقی دروازے کی چوکھٹ چوم کر سر اٹھایا تو سامنے وہ روضہ نظر آیا، جس کو دیکھنے کی تمنا کروڑوں دلوں میں ہے، اگر چہ نماز میں کئی گھنٹے باقی تھے، لیکن ہجوم کی یہ حالت تھی کہ روضہ شریف تک پہنچنا ناممکن تھا، سید فضل احمد صاحب نے دروازے کے برابر دالان میں نماز کا انتظام کر دیا نماز کے بعد بھی ہجوم کی وجہ سے ایک گھنٹے تک دالان ہی میں بیٹھنا پڑا، صاحبزادے سید فضل احمد صاحب نے مشورہ دیا کہ رات کو گیارہ بجے غسل شریف کے وقت روضہ شریف میں حاضر ہونا چاہئے۔ رات کو بعد نماز عشاء قدم بوسی کے لئے روضہ شریف میں حاضری ہوئی، اگر چہ آج یکم رجب ہے لیکن ہجوم کی یہ حالت ہے کہ ایک قدم چلنا دشوار ہے، مزار مبارک کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابھی تک غسل شریف ختم نہیں ہوا ہے، تقریباً ایک گھنٹہ بعد قدم بوسی کی اجازت ملی تو شہنشاہ ہند کے حضور میں جھکنے کے لئے بے شمار اشخاص ٹوٹ پڑے، جی چاہتا تھا کہ اطمینان سے قدم بوسی میسر آئے لیکن اس " انبوہ مشتاقان " میں یہ ناممکن تھا، بہر حال یہ کیا کم تھا کہ وہ قدم چومنے کو ملے جن کو دیکھنے کی بادشاہ تمنا کرتے تھے اور اجازت نہ ملتی تھی۔ روضہ مبارک میں کوئی روشن دان وغیرہ نہیں ہے اس لئے ہجوم کی وجہ سے حبس ہو جاتا تھا، اس وقع منتظمین نے چار بجلی کے پنکھے لگا دیے ہیں تا کہ فضا صاف رہے۔

کہتے ہیں جب حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا

ہذا حبیب اللہ۔ مات فی حب اللہ

''یہ اللہ کے محبوب ہیں جن کی وفات اللہ کی محبت میں ہوئی''

یہ دونوں جملے مزار مبارک کے سرہانے دیوار پر لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ غلام حسنین صاحب اور صاحبزادے سید فضل احمد صاحب نے فرمایا کہ یہاں بیٹھ کر جو دعا مانگی جاتی ہے قبول ہوتی ہے، اس لئے جو مانگنا چاہو مانگ لو، میں نے سوچا کہ میری طلب بہر حال محدود ہوگی، اس لئے کیوں نہ بخشش و عطا کو دینے والے پر چھوڑ دوں کہ بے حساب اور بے اندازہ ملے، پہلے زمانہ میں جب بارگاہ الٰہی سے کرم و نوازش کی بارش ہوتی تھی تو لوگ اپنی تنگ دامانی کا گلا کیا کرتے تھے، اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو پہلے ایک وسیع دامن مانگتا اور پھر ان سے کہتا کہ اب جو کچھ دینا ہو دیدے، البتہ یہ ضرور عرض کرتا کہ صرف میری ذات پر نوازش نہ ہو، بلکہ ان کو بھی ملے جو میرے

سلسلے کے بھائی ہیں، جو میری قوم میں ہیں، جو میرے ملک میں ہیں ، جو انسان ہیں اور ان کو بھی جن کو انسانیت کی ضرورت ہے۔رات کو ایک بجے کے قریب دربار سے واپسی ہوئی!

26/فروری، 2/رجب شنبہ:

نماز فجر کے بعد پھر دولت پائے بوسی میسر آئی ، اس وقت ہجوم نسبتاً کم تھا، باہر سے آنے والے جوق جوق آ رہے ہیں۔حضرت علام حسنین شاہ صاحب کے ساتھ حضرت مولانا اسرار احمد صاحب چشتی خلف حضرت مولانا نثار احمد صاحب مرحوم متوالی درگاہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوا، مولانا بڑے۔اخلاق اور بزرگانہ شفقت سے ملے، میرے والد حضرت قبلہ خواجہ صاحب کو پوچھا اور ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی اگر چہ ہم لوگ ناشتہ کر چکے تھے ،لیکن انھوں نے از راہ مسافر نوازی چائے سے تواضع کی اسی جگہ حضرت صاحبزادے یوسف مہاراج صاحب سے بھی لاقات ہوئی۔

موجودہ دیوان صاحب درگاہ شریف حضرت مولانا سید عنایت حسین صاحب بڑے شفیق بزرگ ہیں، جب دلی تشریف لاتے ہیں تو باوا جان سے ملنے ضرور آتے ہیں،آج ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حسب معمول نہایت محبت سے ملے اور ہم مسافروں کو کھڑے ہو کر خوش آمدید کہی اور بڑے اصرار سے چائے پلائی ، یہ سب بڑے خواجہ کی غریب نوازی ہے ورنہ کہاں ہم اور کہاں متعلقین خواجہ؟

خان صاحب محمد حسین صاحب چشتی صاحبزادگان درگاہ شریف میں بڑے ذی اثر اور مخلص بزرگ ہیں، تیسرے پہر ان کی خدمت میں گیا تو معلوم ہو کہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے اور ابھی ابھی سوئے ہیں، میں واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کسی نے ان کو جگا دیا اور انھوں نے بیدار ہوتے ہی مجھے بلا لیا اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

آج پروفیسر خان بہادر عبدالوحید صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، آج کل ان کی طبیعت ناساز ہے لیکن مجھے دیکھتے ہی باوجود نزلے بخار کی شدت کے پلنگ سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے ،اور باوجود میرے اصرار کے جب تک میں خدمت میں حاضر رہا اسی طرح بیٹھے رہے اور پر تکلف چائے کے تبرک سے نوازا۔ ان کے ہاں ہندوستان کے ایک مشہور بزرگ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

عصر کے بعد پر روضہ شریف میں حاضری میسر آئی اور مغرب کی نماز کے لئے بھی روضہ شریف کے بالکل قریب مزار مبارک کے سرہانے جگ مل گئی ان سب چیزوں کو خواجہ کی مسافر نوازی نہ کہوں تو کیا کہوں؟

اگر کس کو سادگی اور انکساری سیکھنی ہو تو حضرت سید امیر حسن صاحب موجودہ متولی درگاہ شریف سے سیکھے ، آج رات کو حضرت شاہ غلام حسنین صاحب قبلہ کے پاس ایک صاحب معمولی کھدر کے کپڑوں میں ملبوس تشریف لائے، اور نہایت بے تکلفی اور بغیر ادانی اعلیٰ کے امتیاز کے بات شروع کی اور جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ ہی موجودہ متولی ہیں تو میں اس سادگی پر حیران رہ گیا،غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے مہمان نوازی کی انتہا کر دی کہ خود متولی صاحب کو ہم لوگوں کے پاس بھیجا،

متولی صاحب نے درگاہ شریف کے محفل خانے میں مجلس سماع میں شریک ہونے کا بلاوا دیا۔کل حضرت دیوان صاحب نے بھی رات کی مجلس کی دعوت دی تھی۔

آج صاحبزادے غیور میاں صاحب قبلہ اور حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب ہوشیار پوری سے بھی طلاقات ہوئی، صاحبزادے صاحب نہایت سیدھے سادھے سچے مسلمان ہیں۔ موجودہ زمانے میں پیرزادگان سے تیزی اور چالاکی کی جو باتیں منسوب کی جانے لگی ہیں، صاحبزادے صاحب میں ان میں سے ایک بات بھی نظر نہیں آتی۔

عشاء کے بعد متولی صاحب کی خدمت میں حضرت شاہ صاحب پھلواری کے ساتھ حاضر ہوا، اور وہ اپنے ساتھ محفل خانے میں لے گئے، تھوڑی دیر میں چوبداروں کی معیت میں حضرت دیوان صاحب بھی تشریف لے آئے اور درگاہ شریف میں قدم قدم پر یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی دربار میں حاضر ہیں، آج محفل کا رنگ بھی شاہانہ تھا، پہلے فاتحہ ہوئی اور اس کے بعد قوالی شروع ہوئی، حضرت دیوان صاحب اور متولی صاحب قبلہ نے حکم دیا کہ ہم لوگ بھی ان کے قریب مسند پر شامیانے کے نیچے بیٹھیں، میں اس بات کو ادب کے خلاف سمجھتا تھا لیکن جب حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید جناب یار محمد خاں صاحب نے کہا کہ حکم ادب سے بڑی چیز ہے تو مجبوراً بیٹھنا پڑا، ایک گھنٹے سے زیادہ اس پر کیف اور مبارک محفل میں شرکت کی سعادت حاصل رہی، خوش قسمتی سے اسی جگہ حضرت حبیب علی شاہ صاحب ثانی حیدر آبادی سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔

27/فروری، 3/رجب یکشنبہ:

سید سبط حسن صاحب خادم درگاہ حضرت میران حسین جنگ سوار پرسوں بھی تشریف لائے تھے، اور کل بھی ہم لوگوں کو ساتھ لے جانے کے لئے آئے تھے لیکن دونوں دن تاراگڑھ جانے کا وقت نہ ملا، آج صبح درگاہ شریف کی حاضری اور ناشتے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ میں اور مولوی محی الدین صاحب برادر نسبتی حضرت شاہ غلام حسنین صاحب قبلہ تاراگڑھ کے لئے روانہ ہوئے، تاراگڑھ ایک خاصی بلند پہاڑی پر واقع ہے، اور آستانہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے تقریباً دو ڈھائی میل دور ہے، راستے میں ایک جگہ غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کے چلے کے نام سے مشہور ہے، حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کا ہندوستان آنا ثابت نہیں ہے، البتہ اس جگہ ان کے پوتے کا مزار ضرور ہے۔ گیارہ بجے تاراگڑھ پہنچے، اس جگہ بے شمار شہیدوں کے مزارات ہیں۔ خشک اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر اس قلعے اور شہیدوں کے مزارات کو دیکھ کر مجھے بے اختیار علامہ اقبال مرحوم یاد آگئے، اور میں نے محی الدین صاحب سے کہا یہ ہیں عقابوں کے نشیمن! یہاں حضرت میراں حسین کے گھوڑے خنگ کی قبر بھی ہے؟ جس پر چنے کا دانا چڑھایا جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں یہاں ایسی دیکھنے میں آئیں جن کو اصلیت اور جواز سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اللہ ہماری قوم پر رحم کرے۔

شام کو چار بجے زبیری صاحب ایڈمنسٹریٹر درگاہ شریف نے حضرت شاہ صاحب اور مجھ کو چائے کی پر تکلف دعوت دی،

زبیری صاحب سے درگاہ شریف کے انتظامی معاملات کی نسبت بھی کچھ باتیں ہوئیں، اگر چہ خامیاں ہر جگہ ہوتی ہیں اور اعتراض کرنے والوں کا منہ بھی بند نہیں کیا جا سکتا، لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عرس کا اتنا بڑا انتظام ایسی خوبی اور عمدگی سے کرنا جیسا اس مرتبہ ہوا ہے ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ میں زبیری صاحب کی مشکلات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے بھی کسی حد تک اپنے حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کا انتظام کرنا ہوتا ہے، اگر چہ وہ اجمیر شریف کے مقابلے میں چھوٹے پیمانے پر ہوتا ہے، میں چونکہ سابقہ عرسوں میں کبھی شریک نہیں ہوا اس لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب میں اور جب میں کیا فرق ہے، لیکن اس عرس کی نسبت ضرور کہوں گا کہ انتظام بہت اچھا تھا۔

پیرزادہ سید فضل احمد صاحب اور حضرت شاہ غلام حسنین صاحب میری خاطر تکلیف اٹھا رہے ہیں، زائرین کی کثرت کے باوجود مجھے ایک بہت اچھا کمرہ عطا ہوا ہے، خود حضرت شاہ صاحب اوپر کی منزل میں ایک دالان کے اندر قیام فرما ہیں، میرے ساتھ جناب یار محمد خان صاحب مرید حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی بھی مقیم ہیں، بڑے عابد و زاہد اور اوراد چشتیہ کے عامل بزرگ ہیں، جہلم پاکستان میں لکڑی کی تجارت کرتے ہیں۔ تجارت پیشہ لوگوں میں ان کے برابر مذہب اور تصوف کا علم رکھنے والا اور دیندار آدمی میری نظر سے اب تک نہیں گزرا۔

قریب ہی سہسرام کے حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب مقیم ہیں آج یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ مولانا کا تعلق حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے ہے، اس لحاظ سے مولانا میرے رشتے دار ہوئے، کیونکہ میں بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آل میں ہوں، نماز عشاء کے بعد مولانا کے ہاں قوالی کی مجلس ہوئی، عرصے کے بعد ایسی پر لطف قوالی سننے میں آئی، بہت سے اصحاب کو کیفیت بھی ہوئی۔

آج بھی مغرب کی نماز آستانے شریف میں میسر آئی اور روشنی کے وقت بھی حاضری رہی۔

28/فروری، 4/رجب دوشنبہ:

جب سے یہاں حاضر ہوا ہوں اطمینان اور سکون کی حاضری ہجوم کی کثرت کی وجہ سے نہ ہو سکی تھی، آج عجیب اتفاق ہوا۔ فجر کی نماز گھر سے پڑھ کر درگاہ شریف میں آیا تو دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے، اور روضہ شریعت میں مجمع نہیں ہے بڑے اطمینان سے قدم بوس ہوا، خدا کی قدرت ہے کہ اتنے ہجوم کے زمانے میں اس موقع ملا، ہر وقت مسافر نوازی کی شانیں دکھائی جا رہی ہیں۔

نو بجے حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز اور قوالی ہوئی، قوالوں نے حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کی کہی ہوئی۔ ''دہلی کا بسیا سانچا پیر نجام الدین اولیاء'' ہولی گائی جس کو سب نے بے حد پسند کیا۔ حضرت شاہ صاحب پھلواروی کو کیفیت بھی ہوئی۔

ظہر کے بعد صاحبزادہ غیور میاں صاحب کے ہاں نیاز اور مجلس تھی، مجھ کو بھی یاد فرمایا تھا، دو گھنٹے تک بہت اچھی

قوالی ہوئی۔ آج خوش قسمتی سے بہت سا وقت آستانہ شریف میں گزرا۔

یکم/مارچ، 5/رجب سہ شنبہ:

حضرت مولانا اسرار احمد صاحب خلف مولانا نثار احمد صاحب مرحوم متولی درگاہ شریف نے صبح نو بجے قوالی کی مجلس میں یاد فرمایا، اکثر مشائخ عظام اور اہل ذوق، حضرت مولانا پیر صاحب گولڑہ شریف بھی تھے اور حضرت مولانا علی محمد خان صاحب ہوشیار پوری وغیرہ بزرگوں کا بھی نیاز حاصل ہوا، ہم لوگ مجلس شروع ہو جانے کے بعد بہت دیر میں پہنچے تھے، اور مجمع بہت زیادہ تھا لیکن محترم صدر مجلس نے اپنے نزدیک ہمارے لئے جگہ محفوظ رکھی تھی، آج مولانا اسرار احمد صاحب کی انتظامی قابلیت، وقار اور رکھ رکھاؤ کے بہت سے نظارے دیکھے جس سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے بزرگوں کے صحیح جانشین ہیں۔ قوالی بہت اچھی ہوئی، قوالوں کو روپیہ بھی بہت ملا، حضرت شاہ غلام حسنین صاحب قبلہ ناسازی مزاج کی بنا پر زیادہ دیر تک اس پر کیف مجلس میں شرکت نہ ہو سکی۔

عصر کے بعد حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف میں ایک مجلس ہوئی جس کی صدارت حضرت دیوان صاحب نے فرمائی، اس مجلس میں حضرت عزیز میاں صاحب بریلوی، حضرت حبیب علی شاہ صاحب ثانی وغیرہ ہندوستان کے اکثر مشائخ تشریف رکھے تھے قوال بھی اچھے تھے اور کچھ جگہ کی تاثیر بھی تھی، ایک کوٹ پتلون والے صاحب کو خوب کیفیت ہوئی، اسی مجلس میں ہندوستان کے مشہور شاعر مولانا انور صابری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

آج یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی کہ خانقاہ شریف کے صحن میں ایک ہوٹل قائم ہے، امید ہے زبیری صاحب ایڈمنسٹریٹر اور متولی صاحب اس قسم کی چیزوں کا سد باب کریں گے، جو ان کے انتظام کی خوبیوں میں بدنمائی پیدا کرتی ہیں۔

رات کو گیارہ بجے حضرت شاہ غلام حسنین صاحب قبلہ کی معیت میں آستانہ مبارک میں حاضری ہوئی، زائرین کی اس قدر کثرت تھی کہ بہت دیر میں اندر پہنچ سکے اور قدم بوسی ہوئی، زائرین کی اس قدر کثرت تھی کہ بہت دیر میں اندر پہنچ سکے اور قدم بوس ہونے کے بعد واپس آنا مشکل ہو گیا، سب سے زیادہ دشواری حضرت شاہ صاحب کو پیش آئی کیونکہ وہ جسمانی اعتبار سے بہت کمزور اور نحیف ہیں، لیکن خواجہ غریب رحمتہ اللہ علیہ سے ان کو جو عشق ہے وہ ایسے ایسے ہمت کے کام کرا دیتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، رات کو ایک بجے کے قریب محفل خانے میں بھی تھوڑی دیر کے لئے حاضر ہوئے۔

2/مارچ، 6/رجب چہار شنبہ:

آج عرس شریف کا خاص دن ہے، صبح کے نو بجے بہار منزل میں فاتحہ خوانی اور قوالی کی مجلس ہوئی، میرے کمرے کے قریب ہی مولانا مظہر امام صاحب ممبر آف پارلیمنٹ اور مولانا جعفر امام صاحب وزیر بہادر ٹھہرے ہوئے ہیں، آج ان سے بھی اطمینان سے ملاقات ہوئی۔

قل کے وقت روضہ شریف میں سوائے صاحبزادگان درگاہ شریف کے اور کوئی نہیں جا سکتا، اور روضہ شریف کے

قریب جگہ ملنی ناممکن سمجھی جاتی ہے کیونکہ لوگ فجر کی نماز کے وقت سے آکر بیٹھ جاتے ہیں، میں نے صاحبزادے فضل احمد صاحب سے کہا کہ اگر آج قل کے وقت روضہ شریف کے قریب جگہ مل جائے تو بڑا اچھا ہوا صاحبزادے صاحب نے فرمایا کہ میں کوشش کروں گا، بظاہر اس وقت جب کہ گیارہ بج چکے ہیں وہاں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ انتظام قائم رکھنے کے لئے درگاہ شریف میں پولیس تعین ہے، جولوگوں کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے، چنانچہ کئی جگہ ہم لوگوں کو روکا گیا، لیکن صاحبزادے صاحب کے کہنے سنے سے اجازت مل گئی، اور جب مجھ کو روضہ شریف سے بالکل متصل ایک جگہ میسر آئی تو وہاں بیٹھنے والوں نے کہا کہ بڑے خوش قسمت ہو کہ اس وقت یہاں تک پہنچ گئے، میں نے کہا اس میں خوش قسمتی سے زیادہ خواجہ کی مسافر نوازی کو دخل ہے۔ تقریباً دو بجے تک روضے شریف کے قریب حاضر رہا، واپسی کے وقت محترم ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر خارجہ حکومت ہند سے ملاقات ہوئی، چوں کہ میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں تھے اس لئے ڈاکٹر صاحب نے مجھے دیکھ کر بڑے تعجب کا اظہار کیا۔

رات کو ساڑھے نو بجے کی گاڑی سے دہلی واپس جانے کا پروگرام ہے، سامان باندھ لیا ہے لیکن جانے کو جی نہیں چاہتا، منادی کی ایسی پابندی ہے کہ جانا ہی پڑے گا، مغرب سے پہلے صاجزادہ فضل احمد صاحب نے روضہ شریف میں تبرک عنایت فرمایا، اور مزار مبارک سے مس کرنے کے بعد ایک دستار میرے سر پر باندھی اور میرے لئے او باوا جان کے لئے اور سلسلہ نظامیہ کے سب متوسلین کے لئے بڑے پر اثر انداز میں دعائیں مانگیں، اللہ تعال اپنے محبوب کے طفیل ان دعاؤں کو قبول فرمائے، آمین۔

حضرت شاہ غلام حسنین صاحب ابھی کچھ اور دن قیام فرمائیں گے اس لئے مجھ کو غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے دربار سے رخصت ہو کر ان سے بھی واپسی کی اجازت طلب کی، صاحبزادہ ایوب صاحب اور صاحبزادہ سید حبیب احمد صاحب اور جناب یار محمد خان صاحب کچھ دور تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے، صاحبزادہ سید فضل احمد صاحب اور مولوی عبدالرشید صاحب سلیمانی اسٹیشن تک تشریف لائے، چونکہ پہلے سے سیٹ زیزرو کرالی تھی، اس لئے بہت آرام کی جگہ مل گئی ریلوے والوں نے میرے لئے نیچے کی سیٹ ریزرو کی تھی، گجرات کے ایک صاحب اور ان کی اہلیہ بھی رفیق سفر ہیں، ان کے لئے اوپر کی سیٹیں ریزرو تھیں، اور اس سے وہ بہت پریشان تھے میں نے اپنی سیٹ ان کو پیش کردی اور خود اوپر کی سیٹ پر بستر بچھا لیا۔ برابر کے کمپارٹمنٹ میں مولوی مظہر امام صاحب ممبر پارلیمنٹ اور مولانا جعفر امام صاحب بھی سفر کر رہے ہیں۔ ان سے بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں، جعفر امام صاحب نے بتایا کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے 1936ء کے منادی میں میرے متعلق جو باتیں لکھی تھیں، وہ اب پوری ہو رہی ہیں۔

دس بجے گاڑی دہلی کی طرف روانہ ہوئی، معلوم نہیں خواجہ پھر کب بلا کر اپنی مسافر نوازی کے کرشمے دکھائیں گے۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، اپریل 1955ء)

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ

اجمیری دولہا، غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ پیا کیسے کیسے پیار کے ناموں سے انھیں پکارا جاتا ہے۔ گاؤں گاؤں ان کی عقیدت اور محبت کے گیت سن لیجے، شہر شہر ان کی مانتا کے کرشمے دیکھ لیجیے۔ کیا ادنی اور کیا اعلیٰ ہر ایک حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ کے نام اور کام پر فریفتہ ہے۔ کسی کو وہ یوں اچھے لگتے ہیں کہ انھوں نے بندوں کو خدا سے ملا دیا۔ کوئی ان کا اس لیے شیدائی ہے کہ انھوں نے آدمی کو آدمیت سکھا دی، بکھرے ہوئے دلوں کو محبت کی لڑی میں پرو دیا اور بے شمار ایسے ہیں جن کو ان اونچی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ تو اپنے خواجہ پیا کو اس لیے چاہتے ہیں کہ ان کی دُعا اور ان کی روحانیت سے سب کی بگڑی بنتی ہے۔ سب کی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ دکھیوں مجبوروں کے لیے ان کا نام ایک ڈھارس ہے، ایک سہارا ہے، ایک آسرا ہے۔ وہ غریب نواز ہیں چنانچہ کوئی ان کے آگے بیماری کا دکھڑا روتا ہے، کوئی روزگار کی شکایت لاتا ہے، کوئی اولاد کے لیے عرض معروض کرتا ہے۔ اکبر جیسا مہابلی شہنشاہ اسی تمنا میں آگرے سے اجمیر تک پیدل گیا اور سب جانتے ہیں کہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ کے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔

خواجہ غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال اور وصال کو تقریبا آٹھ سو برس ہو گئے۔ وقت گزر رہا ہے۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ زمین کی بے بس مخلوق چاند ستاروں تک پہنچنا چاہتی ہے مگر ہندوستان کے سب سے بڑے چشتی بزرگ سلطان الہند کہلانے والے خواجہ کی مقبولیت اور محبوبیت میں کمی نہیں آتی، ان کی دیوار کے نیچے کل کے مقابلے میں آج ہجوم کچھ زیادہ ہی ہے۔ دُنیا کے ہر ملک اور اس برعظیم کے کونے کونے سے خدا کے بندے سمٹ سمٹ کر اُمنڈ اُمنڈ کر، اجمیر کی طرف جھکے پڑتے ہیں۔ خواجہ پیا آج بھی راج رج رہے ہیں۔ وہ ایران میں پیدا ہوئے دیس بدیس کی سیاحت کرتے، بڑے بڑے بزرگوں سے فیض حاصل کرتے ہندوستان آئے اور پھر اسی جنت نشان ملک کو ہمیشہ کے لیے اپنا لیا۔ اجمیر کی پاک سر زمین ان کی آخری آرام گاہ بنی۔ کہتے ہیں وہ خاص حکم اور روحانی اشارے پر یہاں تشریف لائے تھے۔ پیغمبر اسلام رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب بنا کر انھیں ایس برا عظیم میں بھیجا گیا تھا۔ ہم انھیں یہاں کا روحانی شہنشاہ سمجھتے ہیں اور ہم کیا سمجھتے ہیں، ایک انگریز وائسرائے تک نے گواہی دی تھی اور حیرت سے کہا تھا کہ میں نے ہندوستانیوں کے دلوں پر ایک قبر کو حکومت کرتے دیکھا ہے!

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے راجہ پرتھوی راج چوہان کی راجدھانی اجمیر کو اپنے مشن کا مرکز بنایا تھا اور ان حالات میں بنایا تھا کہ نہ وہ یہاں کی زبان جانتے تھے نہ یہاں کے رسم ورواج اور طور طریق سے واقف تھے۔ اور نہ بظاہر ان کا کوئی یار و مددگار نظر آتا تھا۔ مگر بیچ پوچھئے تو جس مشن کو لے کر وہ

یہاں تشریف لائے تھے، اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ کسی ایسی جگہ چل کر رہیے جہاں سب کچھ اجنبی ہو۔ ہر چیز اپنے سے مختلف اور نامانوس ہو اور پھر بتایئے کہ اس سارے اختلاف اور ساری اجنبیت کے باوجود آدمی اور آدمی کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ ایک تعلق ہے۔ ایک یگانگت ہے۔ ان کا خدا بھی ایک ان کی برادری بھی ایک اور اس وحدت کا تقاضا بھی ایک۔ وہی تقاضا جو بندے کو خدا سے ملاتا ہے اور پریم کی بانی سناتا ہے کہ:

ہم تم ساجن ایک ہیں کہن سفن کو دوئے!

اجنبی اور مخالف ماحول میں عزم وارادے کی یہ شان ان کی حقانیت کی ایک ایسی منہ بولتی گواہی تھی جس پر سب کو ایمان لاتے ہی بنی۔ مشک کی خوشبو اپنے آپ پھیلنے لگی اور پھر لوگوں کو پتہ چلا کہ خدا کی بات بتانے والا، خالی باتیں نہیں کرتا وہ واقعی خدا کے جلوے دیکھتا ہے اور دکھاتا ہے۔ اس کا درس محبت محض خوشنما الفاظ کی نمائش نہیں وہ حقیقت میں پریم کی ایک مورت ہے عشق کی ظلمت شکن جوت ہے۔ جب وہ اللہ کی دوستی کے لیے دریا کی سی سخاوت کو ضروری قرار دیتا ہے تو خود بھی بلا تفریق سب کی پیاس بجھاتا ہے۔ جب وہ سورج کی سی شفقت کا سبق پڑھاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی ذات کو گھر گھر کی روشنی بناتا ہے اور جس وقت کوئی دکھیارا اس کا سہارا پکڑتا ہے تو یہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اپنی تعلیم کے مطابق اس کی تواضع میں زمین کی طرح بچھ بچھ جاتا ہے۔

مشہور واقعہ ہے، دہلی پر سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی، خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے ان کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں مامور تھے تاکہ یہاں کے حاکم ومحکوم کی تربیت فرمائیں۔ ایک دفعہ خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اپنے خلیفہ خواجہ قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دہلی آئے تو حکومت کے سب سے بڑے مذہبی افسر سے بھی ملنے گئے جو کبھی مکتب میں ان کے ساتھی رہ چکے تھے۔ ان افسر صاحب نے خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ آپ نے اپنے خلیفہ خواجہ قطب رحمتہ اللہ علیہ کو یہاں چھوڑ رکھا ہے اور بادشاہ اور رعیت سب ان کی معتقد ہے مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔ میری مذہبی لیڈری کی ساری شان جاتی رہی ہے۔ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فوراً خواجہ قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر اجمیر روانہ ہو گئے اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے خلیفہ اور نائب کے دل میں رہنے سے کسی ایک آدمی کا بھی دل دُکھے مگر جب بادشاہ اور خلقت کو ان حضرات کے جانے کی خبر ہوئی تو وہ سب دیوانہ وار شہر سے باہر نکل آئے اور رو رو کر حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے التجا کرنے لگے کہ خواجہ قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سب کو بڑا فیض پہنچ رہا ہے ان کو دلی ہی میں رہنے دیجیے ساتھ لے کر نہ جائیں۔ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے جب دلی والوں کی یہ گریہ وزاری دیکھی تو خواجہ قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دلی میں رہنے کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ ایک آدمی کی خوشی پر سارے شہر والوں کی خوشی مقدم ہے! تم دلی ہی میں رہو! ان باتوں کا اثر ہونا تھا اور ہوا۔ دیکھتے دیکھتے یہ اجنبی دیس ان کا والا وشیدا بن گیا۔ جو کل تک پرائے تھے وہ آناً فاناً اپنے ہو گئے۔

خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو آج کوئی ایرانی اور تورانی نہیں کہتا۔ وہ ہندوستانی ہیں اور ایسے ہندوستانی، جن کو سارا جہان اپنا کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اپنے پیچھے اپنے ہی جیسے بزرگوں کا ایک سلسلہ قائم کر گئے تا کہ ان کا کام ہمیشہ جاری رہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ کہاں تک گنوائیے۔ یہ عظیم ہستیاں غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ہی کے جاری کردہ چشتی مشن سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان سب نے غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ہی کے مشن کو چلایا اور بڑھایا اور آج تک ان حضرات کے جانشین اس روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے تذکرہ نگار مولانا امیر خورد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے بالکل صحیح لکھا تھا کہ آنے والی نسلیں جن میں دین وایمان کی روشنی پائی جائے گی وہ سب حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ہی کی ممنون احسان ہوں گی۔

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو تی نشر شدہ۔ 6/ رجب 1388ھ۔

ماخوذ از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ: شخصیت اور کارنامے صفحہ 136-137)

☆☆☆☆☆



حضرت حافظ رفیق احمد صاحب کی تقریب شادی



حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتن مدظلہ العالی حافظ رفیق احمد صاحب کی شادی پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے



© https://www.khwajahasanizami.life

یہ چمن یوں ہی رہے گا

(احوال، عرس مبارک حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ)

از : حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی

یہ چمن یوں ہی رہے گا : پیر و مرشد شمس العلماء مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک وہابی مولوی نے دھمکی دی تھی کہ عرس کی بدعت کو ختم کردو ورنہ ہم جبراً اسے بند کردیں گے۔ اور اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا تھا: ''یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے۔''

مولوی صاحب نے اس کے بعد ازالہ حیثیت عرفی کا نوٹس دیا کہ آپ نے مجھے جانور لکھا ہے۔ غرض خاصا طویل قصہ رہا لیکن چمن کی رونق واقعی کم نہیں ہوئی۔ عرس اسی دھوم سے ہوتے رہے۔ رونق بڑھتی ہی رہی۔ اور آئندہ بھی خدا نے چاہا مخالفتوں کے طوفان کے باوجود بزرگوں کا نام برابر روشن رہے گا۔

خواجہ بزرگ خواجہ غریب رحمتہ اللہ علیہ کے حالیہ عرس پر بھی مخالفوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا۔ جھوٹ سچ جس قدر لکھ سکتے تھے لکھا۔ زبان کی تیزی بھی خوب دکھائی۔ لیکن جیسا کہ میں نے لکھا تھا۔ عرس آیا تو: "رائت الناس ادخلون فی دین اللہ افواجا" کی تفسیر ہی نظر آئی۔ اس سال مجمع ہمیشہ سے زیادہ ہی رہا۔ زائرین کی وہ کثرت تھی کہ عرس کے دو دن بعد تک روضہ شریف کے اندر بڑی مشکل سے حاضری ہوسکتی تھی۔

مولانا طیب کی غلط فہمی: مولانا قاری طیب صاحب دیوبند کے ممتاز علماء [1] میں سے ہیں۔ اور میری اطلاع کے مطابق پیری مریدی کا سلسلہ بھی ان کے ہاں ہے۔ وہ حال میں دہلی تشریف لائے تھے۔ اور کئی جگہ ان کا وعظ ہوا تھا۔ ایک صاحب نے جو ان کے کسی وعظ میں شریک تھے بیان کیا کہ قاری صاحب نے اجمیر شریف کے عرس کے بارے میں کہا کہ وہاں نماز کے بجائے غیر شرعی کام ہوتے ہیں۔ غیر شرعی کام تو دنیا میں سب جگہ ہوتے ہیں۔ دیوبند کا ''مقدس'' "مدرسہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ وہاں نماز کے بجائے غیر شرعی کام ہوتے ہیں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ کاش کہ مولانا کبھی میرے ساتھ عرس میں اجمیر شریف حاضر ہوں۔ اور وہاں کی پر کیف نمازوں اور تلاوتوں کے مناظر دیکھیں۔ اس سال میں جمعے کے دن اجمیر شریف میں نہیں تھا۔ لیکن سنا ہے کہ درگاہ شریف کا وسیع احاطہ پر ہونے کے بعد اطراف کی کوئی گلی ایسی نہ تھی جہاں خدا کے بندے اس کے آگے سربسجود نہ ہوئے ہوں۔

خدا کرے قاری صاحب سے جو بات منسوب کی گئی ہے غلط ہو۔ انھوں نے ایسا نہ کہا ہو لیکن اگر واقعی وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اجمیر شریف میں نمازیں نہیں ہوتیں۔ اور بدعتوں ہی کا زور ہے تو انھیں وہاں حاضر ہوکر اپنی اس غلط فہمی کو دور کرلینا چاہئے۔

میری حاضری: اس سال میں عرس شریف میں صرف چند گھنٹے حاضر رہ سکا۔ توقع تو ان چند گھنٹوں کی بھی نہیں تھی۔ کیونکہ جانے والوں کا رش اس قدر تھا کہ آٹھ دن پہلے بھی سیٹ ریزرو نہیں ہوسکی تھی لیکن خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بلایا اور ہمیشہ سے زیادہ آرام سے بلایا۔ ۵/ رجب کو حیدر آباد سے بھائی فیاض الدین صاحب پہنچے۔ اور کہا کہ ہم اپنے خواجہ سے جھوٹے منہ بھی کچھ مانگتے ہیں تو مل جاتا ہے۔ اور آپ کے تو حاضری کے لئے دل تڑپ رہا

© https://www.khwajahasannizami.life

ہے۔ بلاؤ ہو رہی ہے۔ جائیں گے اور شان سے جائیں گے۔ اور واقعی یہی ہوا بھی کہ وقت کے وقت ایر کنڈیشنڈ کلاس کی دو سیٹیں مل گئیں۔ اور ہم دونوں قل سے پہلے روضہ شریف کے سرہانے صندلی مسجد میں حاضر تھے۔

قل میں شرکت: اجمیر شریف عرس کے موقعے پر بارہا حاضری ہوئی۔ لیکن میں چھٹی کو مجلس خانے کے قل میں کبھی شریک نہیں ہوا تھا۔ ہمیشہ چھٹی کو بیگمی دالان ہی میں حاضری رہتی تھی۔ اس دفعہ حضرت صاحبزادہ فضل احمد صاحب نے اصرار فرمایا کہ قل میں بھی حاضری دو۔ چنانچہ بقول فیاض بھائی چونکہ اس دفعہ ہم خاص خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے انتظام فرمانے کی وجہ سے حاضر ہو سکے تھے اور ہمارا پروگرام "سرکاری" پروگرام بن گیا تھا۔ اس لئے مجلس خانے میں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت قبلہ دیوان صاحب مد ظلہ العالی اور حضرت صاحبزادہ یوسف مہاراج صاحب نے خاص کرم کیا اور ہم نشینی کا شرف عطا فرمایا۔ پہلے قوالی ہوئی۔ ہندوستان اور پاکستان کے اکثر مشائخ عظام حاضر تھے۔ اور حضرت دیوان صاحب صدر میں تشریف فرما تھے۔ قوالی کے بعد قل ہوا۔ اور رنگ گایا گیا۔

محبوبیت: جس طرح اللہ تعالے کو محض اپنا تذکرہ پسند نہیں ہے اپنے ساتھ وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی چاہتا ہے۔ خود بھی درود بھیجتا ہے اور اپنی مخلوق سے بھی درود پڑھواتا ہے۔ اسی طرح سرکار غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو بھی یہ بات پسند ہے کہ ان کے ساتھ ان کے محبوبوں کا ذکر ضرور ہو۔ چنانچہ ان کے محبوبوں کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ان محبوبوں میں سے بھی ایک محبوب ایسا ہے کہ "لانفرق بَ؟؟نَ؟حَد" کے تحت اور

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ داں محمدؐ است

کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ہم کوئی اور بات تو کہنے کی جر؟ت کر نہیں سکتے لیکن زبان خلق سے تو رارنگ من بھائیو کا نقارہ سنتے ہیں تو بے اختیار منہ سے نکل ہی جاتا ہے۔ واقعی " تو چیزی دیگری " معلوم نہیں میں اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کر سکا یا نہیں۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جب یہ سنا:

'' آج رنگ ہے اپنے ماں رنگ ہے
میرے خواجہ کے گھر رنگ ہے ''

اور صرف یہی نہیں۔ یہ بھی سنا

''میں پیر پایا نجام الدین اولیاء''

اور

نجام الدین اولیاء جنگ اجیارا
وہ تو جنگ اجیارا جاگ اجیارا

تو رارنگ من بھائیو تو خوشی اور انبساط کی کوئی حد نہیں رہی۔ یہ بات معلوم تو پہلے سے تھی۔ اور صرف معلوم ہی نہیں تھی۔ اسے خوب جانتے تھے۔ لیکن غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں اسے علی الاعلان سننے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ میں اپنے سب نظامی بھائیوں کو فرداً فرداً مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ اچھے برے جیسے بھی سہی مگر

''خواجہ نظام است و نظامی ما ایم!''

ہم "ان" کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

یہ بات کیسے اطمینان اور کیسے فخر کی ہے کہ ہم جس کے علم اور جس کے جھنڈے تلے کھڑے ہیں وہ کمانڈر انچیف کا محبوب

ترین جنرل ہے۔ اس کے زیر کمان چاہے ہم اس میدان ہی میں کٹ جائیں چاہے صحیح وسالم گھر پہنچیں۔ ہماری عزت اور کامیابی و کامرانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مگر ہاں! اس فخر اور مسرت کے ساتھ ایک چیز فکر کی بھی ہے۔ جب ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ خود سپریم کمانڈر کے تحت بھی ایسے بدنام کنندہ سپاہی رہ چکے ہیں جنھوں نے حنین وغیرہ کے موقعوں پر پیٹھ دکھادی تھی تو خیال آتا ہے کہ خود ہم کتنے پانی میں ہیں؟

.....

جے پور: اجمیر شریف سے واپسی میں چند گھنٹے جے پور میں بھی قیام رہا ہے جے پور اور حضرت مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی سعادت میسر آئی کہ جے پور کا پروگرام یکا یک بنا تھا۔ وہاں پہنچ کر خیال آیا کہ جے پور میں اگر حضرت صاحبزادہ احمد علی صاحب جعفری سابق وقف کمشنر اور حضرت مصباح الرحمٰن صاحب خلف اکبر حضرت مولانا انوار الرحمٰن صاحب بسمل سے ملاقات نہ ہوئی تو یہاں کا آنا نہ آنا برابر ہوگا۔ مگر ان دونوں حضرات کے پتے یاد نہ تھے۔ ملاقات ہو تو کیونکر ہو۔ فیاض الدین حیات کو اودے پور جاتا تھا۔ ان کو ایر پورٹ پر چھوڑا۔ اور ان کے ذریعے وہاں دھیر بھائی سابق صدر کانگریس اور راجستھان کے موجودہ وزیر اعلیٰ سکھا ڈیا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہت اخلاق سے ملے۔ واپسی میں ٹیکسی والے سے ذکر آیا کہ میں یہاں اپنے کرم فرما جعفری صاحب سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر ان کا پتہ یاد نہیں ہے۔ ٹیکسی والے نے فوراً کہا ارے صاحب! ان کو تو سارا جے پور جانتا ہے۔ وہ غریبوں کے بڑے کام آتے ہیں۔ آج کل بھی پانی کے سب سے بڑے افسر ہیں۔ میں آپ کو ان کے ہاں لے چلتا ہوں چنانچہ زبان خلق کے اس نقارے کی رہنمائی میں محترم جعفری صاحب کا پتہ مل گیا، بیمار تھے۔ مگر فور باہر تشریف لے آئے۔ اور بے انتہا خاطر فرمائی ان کی بیگم صاحبہ محترمہ نجمہ جعفری صاحبہ نے بھی بڑی شفقت فرمائی۔ جعفری صاحب کی رہنمائی سے مولانا مصباح صاحب تک بھی رسائی ہوگئی۔ اور انہوں نے بھی بڑی محبت سے مسافر نوازی کی۔ حضرت بسمل اور ان کے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ بھی پڑھی۔

کشادگی صفائی اور دل کشی کے سلسلے میں میں تصرف حیدر آباد ہی کو جانتا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ جے پور بھی کچھ کم نہیں ہے۔ سر مرزا اسمعیل مرحوم نے اپنی وزارت کے زمانے میں یہاں کی بڑی خدمت کی۔ حیدرآباد کو بھی وہ بہت بہتر بنا جاتے۔ مگر وہاں ان کی قدر " مرزا توڑ پھوڑ " کے خطاب سے ہوئی۔ اصل میں وہ سیاست سے زیادہ شاعرانہ مزاج کے آدمی تھے۔ اگر انھیں وزیر اعلیٰ کے بجائے وزیر آرائش اور تعمیرات بنایا جاتا تو مالک کو بڑا فائدہ پہنچتا۔

جے پور کی غالباً سب سے بڑی سڑک کا نام مرزا اسمعیل روڈ ہے۔ اور اس تعصب کے زمانے میں جے پور والوں کی بے تعصبی اور فراخ دلی کا بڑا ثبوت ہے۔

(ماخوذ از: حلقہ نظامیہ۔ نظامی پیر بھائیوں کا خبر نامہ، ماہنامہ منادی نئی دہلی، جنوری 1961ء)

☆☆☆☆☆

خواجگان کے دربار میں حاضری

از: عبدالشکور صابر نظامی

آج کل بے شمار لوگ ایسے ہیں جو بزرگان دین کی بارگاہوں میں حاضری کو بدعت قرار دیتے ہیں اور خواجگان کے روحانی تصرفات کے منکر ہیں۔لیکن میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کوئی آدمی اسی وقت ان کے ہاں حاضر ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ خود اس کو بلوائیں اور باریابی کی اجازت دیں۔ ورنہ محض اپنی خواہش سے کوئی بار نہیں پاسکتا۔ چنانچہ میں اپنے چند ذاتی تجربات پیش خدمت کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ بزرگوں کے تصرفات کس طرح کام کرتے ہیں۔اور جب بلاوا آتا ہے تو کس طرح آدمی کشاں کشاں ان کے قدموں میں پہنچے جاتا ہے اور اس کے برعکس بغیر بلاوے کے تمام اسباب میسر ہونے کے باوجود آدمی ان کے ہاں حاضر نہیں ہوسکتا۔

1946ء کا ذکر ہے۔ میری عمر دس برس کی تھی اور میں اسکول میں پڑھتا تھا۔ محلے کے لوگ اور میرے برادر بزرگ خواجہ شاہ محمد ابراہیم چشتی نظامی اکثر حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرے کیا کرتے اور میرے دل میں حضرت کی عقیدت دن بدن بڑھتی جاتی کچھ عرصہ بعد میرے برادر اور بزرگ اور محلے کے چند دوسرے افراد ایک قافلے کی شکل میں خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے عرس میں روانہ ہونے لگے۔تو میرا بھی جی چاہا کہ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں۔ مگر والد صاحب نے اجازت نہیں دی یہاں تک کہ اس روز مجھے اپنے پلنگ پر سلایا تاکہ میں رات کے دو بجے قافلے کی روانگی کے وقت برادر بزرگ کے ساتھ جانے کے لئے ضد نہ کروں۔

مجھے اس رات ایک منٹ کے لئے بھی نیند نہ آئی ہمارا مکان ریلوے اسٹیشن سے بالکل قریب ہی تھا جب ریل اسٹیشن پر آ گئی اور چھوٹنے میں دو تین منٹ ہی رہ گئے تو میں بے اختیار ہو کر پلنگ سے اٹھا اور ننگے پیر ننگے سر بھاگتا ہوا پلیٹ فارم پر پہنچا اور چلتی ٹرین میں بھائی صاحب کے ڈبے میں سوار ہو گیا۔ والد صاحب کو اس روز ایسی بے خبری کی نیند آئی کہ میرے اٹھنے اور ہڑ بڑا کہ بھاگنے کی انھیں ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ اور وہ بدستور سوتے رہے۔ میرے جسم پر اسکول کا لباس قمیض اور ایک نیکر تھا اور بس نہ جوتی نہ ٹوپی! کھنڈوے میں بھائی صاحب نے میرے لئے جوتی ٹوپی اور کپڑے خریدے اور میں بے سروسامانی میں باسروسامان ہو کر بارگاہ خواجہ میں حاضر ہو گیا!

رہبری:

بچپن میں یہ سن رکھا تھا کہ حضرت خواجہ غریب نوازہ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت دیکھ کر ایک جوگی تائب ہو کر ان کا فرماں بردار بن گیا تھا اور حضرت نے اس کو اس کام پر مقرر کیا تھا کہ وہ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتایا کرے چنانچہ آج تک اس جوگی کی روح اس کام میں مشغول ہے۔اس روایت کا ذاتی تجربہ بھی مجھے اجمیر شریف میں ہوا۔ ہمارا قافلہ صبح 10 بجے اجمیر شریف پہنچا اور جلد ہی مکان کرایے سے لیکر ہم لوگ بارگاہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ میں جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہو گئے۔خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں نماز جمعہ کی کیفیت کیسی ہوتی ہے۔اس کی وہی لوگ جانتے ہیں جن کو کبھی عرس کے موقعہ پر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 45/ پر۔۔۔)

© https://www.khwajahasannizami.life

حضرت بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہ

از: جناب محوی صدیقی صاحب

دنیائے اسلام میں کثرت سے ایسی خواتین گذری ہیں، جو قوم کے لئے مایہ ناز تھیں، اور تاریخ میں اُن کے نام نمایاں نظر آتے ہیں، ان میں بہت سی اپنی علمی قابلیت ، دانائی و دیانت کی بدولت فخر روزگار ہوئیں ، بہت سی اپنی بہادری وشجاعت اور کمال تدبر وسیاست کی وجہ سے، کچھ اپنے ہنر وکمالات کے باعث اور بہت اپنے زہد و پرہیز گاری ، خدا ترسی وترک دنیا اور ریاضت و عبادت الٰہی میں کمال مصروفیت و انہماک کے سبب سے آسمان اسلام میں کوکب درخشاں کی حیثیت رکھتی ہیں ، ایک نہیں صدہا خواتین کرام میدان طریقت میں بڑے مرتبہ پر فائز نظر آتی ہیں، اور یہ خصوصیت کسی خاص سرزمین سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ عرب وعجم اور ہند ہر جگہ جہاں جہاں بھی اسلام کی شعاعیں پہنچیں اور تعلیمات اسلامی کا سلسلہ جاری رہا بڑے بڑے صوفیائے کرام واولیاء عظام کے دوش بدوش خواتین اسلام بھی دکھائی دیتی ہیں۔

ہندوستان میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے کون مسلمان آشنا نہیں، دہلی کی سرزمین میں آپ کی بارگاہ عالی زیادت گہہ ارباب ذوق ہے اور بچہ بچہ درگاہ نظام الدین اولیاء ؒ کے نام سے واقف ہے۔حضرت خواجہ یکتائے روزگار تھے، مادر گیتی نے بہت کم ایسے باکرامت و باکمال انسان پیدا کئے ہیں، لیکن بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ آپ کی والدہ محترمہ بھی کمالات باطن میں بڑے پائے کی خاتون تھیں، حضرت بی بی زلیخا آپ ہی کی والدہ مخدومہ کا نام ہے، جسے آپ زیب عنوان پاتے ہیں، اور یہ معلوم کرنا غالبًا اور زیادہ موجب تعجب ہوگا کہ حضرت سلطان المشائخ کو علوم ظاہری باطنی کا بڑا حصہ اپنی والدہ ہی سے ملا ہے اور سب سے اول فیض والدہ ہی کا اثر تھا۔جس نے حضرت خواجہ کو اس مرتبہ پر پہنچایا۔ بی بی صاحبہ کے کچھ کچھ حالات اور کمالات تذکرہ اولیاء کی بعض کتابوں میں ملتے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس پایہ کی خدارسیدہ خاتون تھیں، بارگاہ خدائے قدوس میں بی بی صاحبہ کو بڑی خصوصیت اور مرتبہ حاصل تھا اور یہ عالم تھا کہ جب بی بی صاحب کو کوئی مہم پیش آتی تو اس کے سب حالات اور تدابیر خواب میں دیکھ لیتی تھیں۔حضرت سلطان الاولیاء اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہم معاملہ مجھ کو پیش آجاتا تھا تو میں اپنی والدہ ماجدہ سے تذکرہ کرتا، آپ شب کو اس کے انجام سے خواب میں مطلع ہو جاتی تھیں اور جب کوئی ضرورت حضرت خواجہ کو لاحق ہوئی تو والدہ سے عرض فرماتے ، بی بی صاحبہ دعا فرماتی تھیں، چنانچہ ایک ہفتہ یا زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کے اندر وہ حاجت پوری ہو جاتی تھی۔اپنے ملفوظات میں خواجہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت والدہ ماجدہ ایسے مواقع پر پہلے پانچ سو دفعہ درود پڑھتیں تھیں، پھر اپنا دامن مبارک پھیلا کر بارگاہ قدرت میں دعا مانگتیں، خدائے تعالی مشکلات کو آسان اور حاجات کو پوری فرما دیتا تھا۔قناعت وصبر کی یہ کیفیت تھی کہ گھر میں جس روز کھانے کو اناج نہ ہوتا تو فرمائیں کہ آج ہم خدائے پاک کے مہمان ہیں، پیشانی پر ذرا بھی شکن نہ لاتی۔خدا کی شان کہ اس دن کوئی آدمی تقریبا ایک روپیہ کا غلہ پہنچا جاتا، دونوں ماں بیٹے چند روز تک اس کو صرف کرتے رہتے تھے۔(اخبار الاخبار صفحہ ۲۸۲ رمولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

سلطان قطب الدین خلجی جو حضرت نظام الدین اولیا کے زمانے میں ہندوستان کا بادشاہ اور تخت دہلی پر سریر آرا تھا، دو باتوں پر آپ سے ناراض ہو گیا اور آپ کو پریشان کرنا چاہا ایک سبب تو یہ تھا کہ بادشاہ نے مقام سیری میں ایک جامع مسجد بنوائی، مسجد کے تیار ہونے کے بعد سب سے پہلے جمعہ آیا تو تمام مشائخ اور علماء وقت کو طلب کیا کہ اس میں جمع ہو کر نماز جمعہ ادا کریں۔ حضرت خواجہ کو بھی دعوت دی گئی۔ حضرت کی عادت تھی کہ ہمیشہ ایک خاص مسجد میں نماز پڑھتے تھے، لہذا محض بادشاہ کے کلام پر ترک وضع اور محلّہ کی مسجد کی حق تلفی کرنا گوارا نہ ہوا، آپ نے یہ جواب بھجوا دیا کہ ہمارے مکان سے قریب ہی جو مسجد ہے اس کا حق زیادہ ہے ہم یہیں نماز پڑھتے ہیں اور پڑھیں گے، سلطان کی تعمیل ارشاد سے قاصر ہیں، غرض وہاں نہ گئے۔

شاہی خفگی کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ ہر مہینہ چاند رات تمام مشائخ شہر اکابر آئمہ (امام وعلماء) نئے چاند کی مبارک باد دینے بادشاہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، مگر حضرت سلطان المشائخ نہ جاتے بلکہ اپنے خادم خاص خواجہ اقبال کو بھیج دیتے تھے، حاسدوں نے نمک مرچ لگا کر یہ باتیں بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دیں، اور آپ سے خواہ مخواہ بدظن کر دیا، بادشاہ کے غرور شاہانہ میں جوش آیا، کہنے لگا کہ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو نظام الدین نہ آیا تو اس طرح لاؤں گا کہ میں ہی جانتا ہوں۔ یہ خبر حضرت سلطان الاولیاء کے کانوں تک پہنچیں، آپ نے کچھ نہ کہا بلکہ اپنی والد ماجدہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر عرض کی، سلطان قطب الدین اگلے مہینے مجھے ایذا پہنچانا چاہتا ہے، اگلے مہینے کی پہلی تاریخ سے قبل اگر تدارک نہ ہو تو میں آپ کی زیارت کو نہ آؤں گا، یہ بات کچھ عجیب فرزندانہ لاڈ سے کہی اور اپنے گھر چلے آئے۔ اللہ کا کرنا دیکھئے کہ قضا نے اپنا کام ٹھیک وقت پر کیا، اگلے مہینے کی چاند رات میں قطب الدین خلجی پر افت ناگہانی نازل ہوئی، اس طرح کہ اس کے مقرب خاص خسرو خان نے رات کی تاریکی میں اپنی اغراض کی بنا پر اس کا کام تمام کر کے قلعہ کے نیچے پھینک دیا اور حضرت خواجہ نے اس کی ایذا رسانی سے ہمیشہ کے لئے نجات پائی۔ حضرت بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہا ماہ جمادی الاخری میں اس جہان فانی سے راہی ہوئیں، اُن کی وفات کا قصہ بہت عجیب ہے جس سے بی بی صاحبہ کے ولیہ کاملہ اور عارفہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے، حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ماہ نو کی مبارکباد دینے اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، چنانچہ اس ماہ کی پہلی تاریخ کی شب کو بھی جب ماہ نو نظر آیا تو حضرت خواجہ والدہ کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ کہ حسب دستور نئے مہینے کی مبارک باد پیش کی، اس وقت بی بی صاحبہ کی زبان سے یہ کلمات نکلنے "بیٹا آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ کو تم ہمارے قدموں میں سر نہ رکھ سکو گے۔" حضرت خواجہ سمجھ گئے کہ وفات کے دن قریب ہیں۔ اسی وقت حالت متغیر ہو گئی اور با اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرض کی کہ میری مخدومہ! مجھ ناچیز کو آپ چھوڑ کر جاتی ہیں؟ بی بی زلیخا نے فرمایا، اس کا جواب تمھیں کل صبح دوں گی آج شب تم شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پر رحم والدہ محترمہ کی ہدایت کے موافق سلطان جی وہاں چلے گئے شیخ نجیب الدین قدس سرہ، سلطان الاولیاء کے پیر و مرشد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ آخر شب کو صبح کے قریب گھر سے خادمہ آئی اور حضرت خواجہ سے کہا کہ والدہ صاحبہ

© https://www.khwajahasannizami.life

یادفرماتی ہیں، حضرت خواجہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور بی بی زلیخا کی خدمت میں تشریف لائے، بی بی صاحبہ نے فرمایا: شب کو تم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ کل صبح جواب دوں گی، اب میں کہتی ہوں، اپنا داہنا ہاتھ ادھر بڑھاؤ۔ حضرت خواجہ نے پیش کیا، بی بی صاحبہ نے ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا، خدایا میں اپنے اس بچے کو تیرے حوالے کرتی ہوں، یہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئیں، اور اپنی جان حوالہ خدا کر دی۔ رحمتہ اللہ علیہا (خزینہ جلد دوم صفحہ 623، اخبار الاخیار صفحہ 283)

حضرت بی بی زلیخا نہایت بزرگ عارفہ و کاملہ، صاحب عفت وعصمت اور بڑی خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ غزہ ماہ جمادی الآخر 648ھ 1250ء کو انتقال فرمایا ہے (مزارات اولیاء دہلی حصہ اول و اخبار الاخیار۔ اخبار الاخیار، حضرت محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ)

بی بی جی کا دولت خانہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ سے متصل تھا۔ وہیں اب مزار ہے اور زیارت گہہ خاص وعام ہے۔

(ماہنامہ منادی نئی دہلی دسمبر 1956ء)

(باقی صفحہ نمبر 42/ سے آگے۔۔۔)

جس کو جہاں جگہ ملتی ہے۔ وہیں کھڑا ہو جاتا ہے درگاہ شریف اور مسجدیں پر ہونے کے بعد اطراف کے راستے اور گلیاں تک بھر جاتی ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ میں اپنے قافلے سے بھٹک گیا۔ نہ مجھے مالک مکان کا نام معلوم نہ محلے کا پتہ حیران و پریشان دیوانہ وار ساتھیوں کو ڈھونڈتا پھرا۔ لیکن آدمیوں کے سمندر میں انکا کہیں نشان نہ ملا۔ آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر گنبد خواجہ کے سامنے حاضر ہوا اور گڑگڑا گڑا کر اپنی مصیبت بیان کی اور رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک صاحب میرے پاس آئے اور بڑی نرمی سے پوچھا بچے تو کیوں روتا ہے۔ میں نے اپنا قصہ سنایا۔ بولے تو گھبرا مت میرے ساتھ چل میں تجھے تیری قیام گاہ تک پہنچاؤں گا۔ چنانچہ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے میں تھوڑی دیر میں وہ مجھے اسی جگہ لے آئے جہاں سے میں نے اس مکان کو دیکھ کر پہچان لیا۔ جہاں ہم لوگ صبح آکر اترے تھے میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہی میرا مکان ہے جب وہ واپس چلے گئے تو مجھے خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی جوگی تھے جن کا قصہ میں نے بچپن میں سنا تھا کہ ان کو خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ مسافروں کی رہبری کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

(بیتی باتیں پرانی یادیں کالم، ماہنامہ منادی نئی دہلی، جلد 40, شمارہ-10)

کشکول کلیمی از: حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ

لقمہ (1): وصل سے مراد ماسوا اثر سے قطع تعلق کر لینا اور جملہ مخلوقات سے توجہ ہٹا کر بیرنگی یا اطلاق میں فنا ہو جانا ہے۔ اس کا پیش خیمہ بیخودی اور جملہ حواس سے غیبت ہے۔ یہ حالت موت سے مشابہت رکھتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ موت میں حضور نہیں ہے۔ اور اس میں سوائے حضور کے اور کچھ نہیں جب سالک اس جگہ پہنچتا ہے تو ولایت اس کے لئے مسلم ہو جاتی ہے اگر چہ یہ حالت اس کو ایک ساعت کے لئے ہی میسر ہو۔ پھر اگر سالک کو صحو (یعنی حالت ہوش) میں لے گئے تو وہ صاحب تمکین کہلائے گا۔ حالت صحو کبھی تو جلد ہی نصیب ہو جاتی ہے اور کبھی دیر کے بعد ملتی ہے۔ اور اگر سالک اسی بیخودی یا سکر میں رہا تو اس کا شمار ارباب تلوین میں ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلوک میں فقط ذات بیرنگ کے مشاہدہ میں فنا ہو جانا اگر سالک پیش نظر رہے تو اس کا سلوک پورا ہوگا۔ اور اگر اس کی نگاہ ادھر ادھر بھٹکتی رہی اور وہ دوسرے تعینات کے کشف کے پیچھے لگ گیا تو صراط مستقیم سے دور جا پڑے گا۔

مختصر سوانح حیات

سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ

حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے بزرگ چنگیزی فتنے کے وقت بخارا سے ہندوستان آئے اور کچھ عرصہ تک پنجاب میں قیام کیا، اس کے بعد اس خاندان نے بدایوں (یوپی) میں سکونت اختیار کر لی، اسی جگہ 636ء میں صفر کے آخری چہار شنبے کو حضرت سلطان المشائخ پیدا ہوئے اور سید محمد نام رکھا گیا بعد میں سلطان المشائخ اور حضرت نظام الدین اولیاء کے نام سے یہی حضرت سید محمد مشہور ہوئے، حضرت پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد حضرت خواجہ سید احمد کا انتقال ہوگیا، حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے نانا حضرت سید عرب رحمتہ اللہ علیہ بہت خوشحال آدمی تھے لیکن ان کی بیٹی حضرت بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہ ایسی غیور تھیں کہ بیوہ ہو جانے کے بعد انھوں نے اپنے باپ سے کوئی امداد نہیں لی اور نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کی اور حضرت کو 16 برس کی عمر تک بدایوں میں تعلیم دلواتی رہیں جب حضرت 16 برس کے ہوگئے تو بدایوں کے علماء اور مشائخ کو مدعو کر کے حضرت کی دستار بندی کرائی اور دستا کا سوت اپنے ہاتھ سے کاتا۔

دہلی کا سفر: دستار بندی کے بعد والدہ ماجدہ حضور کی بہن حضرت زینب رحمتہ اللہ علیہ اور ایک لونڈی کو ساتھ لے کر حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو دہلی میں لائیں اور چار سال تک دہلی میں رہ کر حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث کی تکمیل کی، اسکے بعد والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ "اب تم کو روزی کی تلاش کرنی چاہیئے، شہر کے قاضی کا انتقال ہوگیا ہے جاؤ کوشش کرو کہ یہ عہدہ تم کو مل جائے" حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں رہتے تھے اور ان کا بادشاہ کے ہاں بہت رسوخ تھا اور وہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی تھے، حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ نے فرمایا کہ "تم حضرت شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاؤ تا کہ وہ بادشاہ کے ہاں سفارش کر کے تم کو قاضی کا عہدہ دلوا دیں، حضرت اپنی والدہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے موافق حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے، مگر ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ میری نوکری کے لئے سفارش کر دیجئے بلکہ یہ کہا کہ دعا فرمایئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی بن جاؤں۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو غور سے دیکھا اور فرمایا "بابا قاضی مشو، چیزے دیگر شو" میاں قاضی نہ بنو کچھ اور بنو" اس کے بعد فرمایا میرے بھائی فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اجودھن میں جاؤ۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حاضری:

حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر اجودھن (موجودہ پاکپتن شریف پاکستان) تشریف لے گئے جب وہاں پہونچے تو حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور گلے لگا کر فرمایا

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

تیری جدائی کی آگ نے بہت سے دلوں کو کباب کر رکھا تھا اور

تیرے اشتیاق کے سیلاب نے بہت سی جانوں کو خراب کر رکھا تھا، اس کے بعد حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس زمانے کے مشہور عالم اور اپنے داماد وخلیفہ حضرت مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ مولانا یہ بھی دہلی کے رہنے والے ہو اور مولانا نظام الدین بھی دہلی کے ہیں، ان کو اپنا مہمان بناؤ اور ان کو پیر کے ادب آداب سکھاؤ، چنانچہ حضرت مولانا بدرالدین اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ چار سال تک محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت کرتے رہے، چوبیس سال کی عمر میں حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت دیکر سلطان المشائخ کو دہلی جانے کا حکم دیا، سند خلافت کی تصدیق کرانے کے لئے سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ جب حضرت مولانا جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہانسی تشریف لے گئے تو انھوں نے اس پر یہ فقرہ لکھے دیا" گوہر سپردہ بہ گوہر شناس "موتی اس کو سونپا گیا ہے جو موتی کی قدر پہچانتا ہے۔

دہلی میں آمد: دہلی میں تشریف لانے کے بعد لوگ جوق در جوق بیعت ہونے لگے، انہی میں حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ ،حضرت حسن علا سجزی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ مشہور ومعروف اشخاص بھی تھے، حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مکان میں ٹھہرنے کی دعوت دی اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو قبول کرلیا، حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ پٹیالی میں اپنی جاگیر پر گئے ہوئے تھے، ان کی غیر حاضری میں ان کے ماموں نے حضرت سے مکان خالی کرنے کو کہا۔ حضرت سب رفقاء کو ساتھ لے کر ایک مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت حضرت کے سامان میں سوائے کتابوں کے اور کچھ نہ تھا، اس کے بعد سعد کاغذی رحمتہ اللہ علیہ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ میرے مکان پر تشریف لے چلئے ، حضرت نے جواب دیا تم بھی کسی جاگیر پر چلے جاؤ گے اور تمہارے رشتہ دار مجھے نکال دیں گے اب تو میں ایسے گھر میں آیا ہوں جہاں سے کوئی نکالا نہیں جاتا، لیکن سعد کاغذی رحمتہ اللہ علیہ عاجزی اور التجائیں کر کے حضرت کو اپنے ساتھ لے گئے، غالباً 670ھ تک حضرت مختلف مکانوں میں قیام فرماتے رہے، آخر غیبی ہدایت کے بموجب حضرت غیاث پور کے گم نام گاؤں میں تشریف لائے جو جمنا دریا کے کنارے تھا، اور جہاں آج کل ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ ہے، اس جگہ حضرت چھپر کرائے پر لے کر قیام پذیر ہوگئے، کچھ دن بعد مولانا ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے یہاں حضرت کے لئے ایک عالیشان خانقاہ بنوا دی ، جو آج تک مقبرہ ہمایوں کے شمال مشرقی رخ فصیل سے ملی ہوئی سہ منزلہ عمارت موجود ہے۔ غدر 1857ء کے بعد یہاں مقبرہ ہمایوں کے باغ کے بیل باندھے جاتے تھے، اور بہت شکستہ حالت ہوگئی تھی حضرت خواجہ حسن نظامی نے سر مالکم ہیلی چیف کمشنر کے زمانے میں بڑی کوشش اور جدوجہد کے بعد اس کو آزاد کرایا، اور آزادی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کو یہ خانقاہ دکھائی تاکہ مناسب مرمت ہوسکے، آج کل یہ محکمہ آثار قدیمہ کے پاس ہے اور اس کا صرف ایک حصہ یعنی حضرت کا کتب خانہ جس میں وصال ہوا تھا ہمارے قبضے میں ہے، اور اس جگہ سالانہ نیاز وغیرہ ہوتی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے نظامی بنسری۔

دہلی میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مشاغل:

غیاث پور تشریف لانے کے بعد سے وصال کے وقت تک حضرت رحمتہ اللہ علیہ اسی خانقاہ میں مقیم رہے، اگرچہ تاریخی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں ہے، تاہم مختلف واقعات کا سلسلہ ملانے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شروع زمانے میں علاوہ بیعت و

ارشاد کے حضرت رحمتہ اللہ علیہ درسی تعلیم دینے کا شغل بھی رکھتے تھے ،لیکن بعد میں جب لوگوں کا ہجوم بڑھا اور بے شمار اشخاص کے تزکیہ نفس اور اصلاح کے کام کی وجہ سے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو فرصت نہ رہی تو یہ مشغلہ خود بخود ترک ہو گیا۔

حضور سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کو دنیا میں ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور بے چین روحوں کی تسکین کے لئے بھیجا گیا تھا، اس لئے حضرت بلا لحاظ مذہب وملت 66 سال تک محبت و یگانگت کا درس دیتے رہے، حضور محبوب پاک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید امیر خسرو رحمتہ اللہ اور دکن کے راجکمار ہر دیو کو جو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا، حکم دیا تھا کہ بادشاہ مسلمان ہیں اور رعایا میں ہندو بھی ہیں جن کی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر انصاف میں مشکل ہوتی ہے، اس لئے تم دونوں اور خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ مل کر ایک ایسی زبان کی بنیاد رکھو جن میں سب زبانوں کے الفاظ ہوں اور جس کو سب لوگ سمجھ سکیں چنانچہ ان لوگوں نے ایک ایسی مخلوط زبان کو رواج دینے کی کوشش کی جس میں کئی زبانوں کے الفاظ تھے، چنانچہ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کی غزلیں خالق باری ، پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں وغیرہ آج تک زبان زد خاص وعام ہیں، یہ زبان پہلے ہندوی کہلاتی تھی ، پھر ہندی مشہور ہوئی اور آج اردو کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ ارشاد میں بہت سے بادشاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے ان میں سے بعض حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد تھے اور بعض اس بناء پر حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے پرخاش رکھتے تھے کہ عوام اور حکومت کے افسران اور فوج کے سالار سب حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے گرویدہ تھے، اور حضرت کا یہ اثر بادشاہوں کو اپنے سیاسی اقتدار کے لئے خطرناک معلوم ہوتا تھا ، حالانکہ اس روحانی شہنشاہ نے اپنے 66 سالہ دور فرماں روائی میں سیاست اور دنیا کی آلودگیوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا، یہاں تک کہ بادشاہوں کی تمنا تھی کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی دربار میں ان کو حاضری کی اجازت ملے ، مگر حضرت رحمتہ اللہ علیہ اُن کا آنا پسند نہ کرتے تھے، ایک دفعہ ایک بادشاہ نے خفیہ طور پر حضرت کی خدمت میں آنا چاہا، حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آنا چاہا حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ چونکہ بادشاہ کے مصاحب اور دربار کے ملک الشعراء تھے اس لئے ان کے ذریعہ حضرت کو بادشاہ کے ارادے کی خبر مل گئی اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ دہلی سے باہر تشریف لے گئے ، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ پر بہت ناراض ہوا کہ انھوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو کیوں خبر کی ، حضرت امیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اگر میں خبر نہ کرتا تو اینا دین جانے کا خوف تھا، اور اطلاع کر دینے کی صورت میں دنیا کا خطرہ ہے۔ میں نے دنیا پر دین کو ترجیح دی، اب میرا سر حاضر ہے آپ اس کو قلم کر سکتے ہیں، بادشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا، اور حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کو آفریں کہی۔

حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے رفقاء کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی اس کے علاوہ مسافروں کی تعداد بھی جن میں ہر مذہب کے ماننے والے ہوتے تھے، ایک ہزار اور کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی ان سب کو لنگر سیکھانا ملتا تھا کھانے بہت اعلیٰ قسم کے ہوتے تھے۔ مگر خود حضرت رحمتہ اللہ علیہ بہت سادہ غذائیں استعمال کرتے تھے اور دن کو عموماً روزہ رکھتے تھے۔ حضور رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو

© https://www.khwajahasannizamilife

کبھی گوشت کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔کھانے میں عموماً جنگلی کریل کے پھل اور کریلے ہوتے تھے۔

وصال: وصال سے پہلے حکم دے کر حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے لنگر کا سب سامان غریبوں اور مسکینوں میں لٹوادیا تھا، بار بار دریافت کرتے کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں، عرض کی جاتی کہ مخدوم نے ابھی نماز ادا فرمائی ہے مگر حضور مکرر نماز ادا کرتے تھے، اسی طرح حکم دیتے تھے کہ کوئی مہمان آیا ہو تو اس کو کھانا کھلاؤ، وصال سے چالیس دن پہلے سے حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا، شاہی طبیب کے مشورے سے خواجہ محمد اقبال رحمتہ علیہ وآلہ خادم مچھلی کا شوربہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے لے کر آئے تاکہ کمزوری دور ہو، حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کیا ہے؟ خواجہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کی مچھلی کا شوربہ ہے، فرمایا وہ مچھلی جس کو تم پانی سے جدا کر کے لائے ہو، حالانکہ میں خود وہاں جانیوالا ہوں جہاں سے جدا ہو کر آیا تھا، جاؤ اس شوربے کو پانی میں لیجا کر ڈال دو۔

ربیع الثانی 725ھ میں 66 سال تک بیعت وارشاد میں مصروف رہنے کے بعد بدھ کے دن روحانیت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا، وفات سے پہلے مقام دفن کے بارے میں لوگوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کیونکہ شہزادہ خضر خان نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مدفن کے لئے ایک بڑا گنبد تعمیر کرایا تھا اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ اس کے سامنے ایک تالاب کے کنارے اکثر شام کو تفریح کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، میں ان عمارتوں میں سونے کے قابل نہیں ہوں میرے لئے کھلے آسمان کا گنبد کافی ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق قوال جنازے کے آگے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ غزل گاتے جاتے تھے:

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

حضرت کے مخالف علماء اور مشائخ اور بعض منکرین سماع تک حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے جنازے کے ساتھ روتے ہوئے اور قوالی سنتے ہوئے چل رہے تھے۔

دفن: خضر خاں کے بنائے ہوئے گنبد کے سامنے ایک تالاب تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، اسی جگہ راجکمار ہردیو نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے تشریف رکھنے کے لئے ایک حجرہ بنا دیا تھا، اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ اس میں آکر بیٹھا کرتے تھے وفات کے بعد تالاب مذکور کو بھر کر حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو اس جگہ دفن کر دیا گیا۔اور گنبد کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا، جواب بھی روضہ شریف کے غرب میں مسجد خلجی کے نام سے موجود ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی نشست کا حجرہ اپنے فرزند معنوی اور جانشین حضرت خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کو دیدیا تھا، یہ اب حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے پاس ہے اور حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے پائیں واقع ہے، اس حجرے میں 18 ربیع الثانی کو صبح نو بجے خاص ختم اور قوالی کی مختصر مجلس ہوتی ہے، حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شریف بہت عرصے تک کھلا ہوا بغیر کسی سائے کے رہا، موجودہ روضہ شریف بہت بعد میں بنایا گیا تھا۔

جانشین: حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے شادی نہیں کی تھی بلکہ اپنے پیر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے اور اپنے تعلیمی مرشد حضرت مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند حضرت خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کو

اجودھن (پاکپتن شریف ضلع منٹگمری) سے بلا کر اور بیٹا بنا کر پالا تھا اور تعلیم وتربیت کے بعد زندگی ہی میں ان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا، حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں خواجہ محمد امام رحمتہ اللہ علیہ سے اونچی جگہ کوئی شخص مجلس میں نہیں بیٹھ سکتا تھا، اسی طرح حضرت کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ سے مرید ہونے آتا تو آپ حکم دیتے کہ میرے فرزند معنوی اور خلیفہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو جاؤ یہ سعادت کسی کو یہاں تک کہ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ جیسے مقبول بارگاہ تک کو حاصل نہ تھی، نماز کے وقت حضرت کی امامت بھی، حضرت خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کرتے تھے اسی وجہ سے ان کے نام سید محمد کے ساتھ امام کا لفظ بھی مشہور ہو گیا، جب مشائخ کے ہاں سے مجلسوں میں شرکت کے لئے حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بلاوا آتا تو حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اپنا قائم مقام بنا کر خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کو بھیج دیا کرتے تھے۔

شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی بھی حضرت خواجہ سید محمد امام رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد ہیں اور درگاہ شریف سے متعلق تینوں خاندانوں میں ہمارا خاندان اول مانا جاتا ہے، اور فریق اول نبیرگان کہلاتا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جو شخص خود اپنا حصہ چھوڑ دے وہی دوسروں کو حصے بانٹنے کا حق دار ہوگا، اسی لئے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو ان کے والد نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ "میں نے تمام عمر قرآن شریف کی جلد بندی کر کے روزی حاصل کی تم بھی اپنی محنت سے روٹی حاصل کرنا اور درگاہ شریف میں زائرین کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنے بزرگوں کا نام بدنام نہ کرنا"

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب اس وصیت پر آج تک عمل کرتے ہیں۔ خدا ہم سب کو اکل حلال عطا فرمائے، اور دولت کے فتنے سے محفوظ رکھ کر حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جنوری 1955ء)

☆☆☆☆☆

حضور غریب نوازؒ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت

از: بلبل گجرات نواب زادی فردوس النساء بیگم، وفا

یا نور نبی فرزند علی سلطان الہند غریب نواز
نہیں آپ کا ثانی کوئی ولی، سلطان الہند غریب نواز
یا دافع درد و رنج والم، ہے عام حضور کا لطف و کرم
اب میری بھی کیجیے دادرسی، سلطان الہند غریب نواز

نہیں آہ وفغاں میں کچھ بھی اثر، دن رات ستاتا ہے درد جگر
للہ خبر لو جلد مری، سلطان الہند غریب نواز
یا شاہ شہاں یا فخر جہاں، ہو آپ ہی چارہ درد نہاں
ہے آپ ہی سے فریاد مری، سلطان الہند غریب نواز

میں غریب وفا ہوں، تم خواجہ، ہے کون تمھارے سوا میرا
یا خواجہ دوائے دردِ دلی، سلطان الہند غریب نواز

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 84 شمارہ 8)

پریم کے سوداگر حضرت شاہ فخر رحمتہ اللہ علیہ

از: خواجہ حسن ثانی نظامی

وہ وقت بھی کیا اچھا وقت تھا جب صوفی تاریخ کی تین بڑی ہستیاں ایک ساتھ دہلی میں جلوہ افروز تھیں۔ ایک حضرت مولانا شاہ فخر الدین محبّ النبی دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور تیسرے حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی طرح محدث رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ فخر رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے کہ دہلی میں اجمیری دروازے کے باہر نواب غازی الدین کا مدرسہ جو بعد میں دلی کالج اینگلو عربک کالج اور ڈاکٹر ذاکر حسین کالج تک بنا۔ دراصل درس حدیث ہی کا مدرسہ تھا۔ نواب غازی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جو حضرت شاہ فخر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے مدرسے کا مکان بنایا پھر مولانا فخر صاحب اس مکان کے مکین بنے اور دکن سے دہلی آکر برسہا برس پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث پاک کے ذکر اذکار سے اس مدرسے کو معمور رکھا مگر ان کی شناخت اور پہچان چشتی سلسلے کے دوسرے بزرگوں کی طرح علم کے عملی پہلو سے اتنی زیادہ تھی کہ اسی کا چرچا زیادہ رہا۔

حضرت شاہ فخر رحمتہ اللہ علیہ نظامیہ سلسلے کے بزرگ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے ہاں 1126ھ مطابق 1717ء پیدا ہوئے اور 1199ھ میں وصال فرمایا۔ ان کے والد حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے پیر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اورنگ آباد دکن میں متعین کیا تھا اور بشارت دی تھی کہ تمھارا بیٹا دہلی میں بیٹھ کر سلسلے کی عظیم الشان خدمت انجام دے گا اور اس کی کوششوں سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں ایک نئی جان پڑ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کہ نہ صرف برصغیر کے کونے کونے میں سلسلے کی خانقاہوں نے ایک انقلاب سا برپا کر دیا بلکہ ہندوستان سے باہر بھی حضرت کے خلفاء دور دور تک پہنچے اور حضرت کے فیض یافتگان نے جو چھاونی سی چھائی تھی وہ آج تک فیض رساں ہے۔

حضرت شاہ فخر رحمتہ اللہ علیہ کی جو خصوصیت ان کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے وہ علم کے ساتھ انسانی ہمدردی اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ نرمی اور محبت کا وہ برتاؤ ہے جس نے اہل تصوف کو عام وخاص سب میں مقبول بنائے رکھا ہے۔

ان کے علم اور عمل کی ایسی دھوم تھی کہ دور دراز سے بڑے بڑے عالم فاضل اور اللہ والے ملنے کے لئے پہلے اورنگ آباد اور پھر دہلی آنے لگے تھے۔ مگر حضرت کا انکسار ایسا تھا کہ اگر ان کو خبر ہو جاتی کہ فلاں مشہور شخصیت صرف ان سے ملنے کے لئے شہر میں آئی ہے تو نہایت خاموشی سے خود وہاں چلے جاتے اور اپنا تعارف کرائے بغیر تحفے پیش کر کے واپس آجاتے دوسرے دن وہ خود ملنے آتا تو حضرت کو دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ انھوں نے تو صرف سلام ہی میں نہیں ملنے میں بھی پہل کر لی۔ ایک روز جامع مسجد دہلی میں دوسرے علماء اور مشائخ کے ساتھ حضرت بھی تشریف رکھتے تھے کہ کوئی انجان آدمی غریبوں کو خیرات بانٹتا ہوا آیا اور غلط فہمی کی بنا پر اس نے ہر اس صوفی اور عالم کو بھی پیسہ دھیلا دینا چاہا جو اسے سادہ اور معمولی لباس میں دکھائی دیا۔ ان میں سے اکثر حضرات نے کچھ لینے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے اس شخص کو ٹوکا بھی مگر حضرت مولانا

© https://www.khwajahasannizami.life

فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان ٹوکنے والوں کو ٹوکا اور ایک بہت ہی چھوٹا سکہ جو اس شخص نے ان کی طرف بڑھایا تھا کھڑے ہو کر لیا اور اس شخص کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ اللہ کے گھر میں اللہ واسطے ملنے والا ہدیہ ہے۔ کتنا ہی کم سہی مگر میں اسے نعمت سمجھ کر دلی خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔

اسی طرح ایک شخص نے محض امتحان لینے کے لئے حضرت مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دہلی کے دو اور بڑے مشائخ کی دعوت کی اور جب یہ لوگ آ گئے تو گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا اور بہت دیر بعد باہر آکر معذرت کرنے لگا کہ میری بیوی بیمار ہو گئی تھی اس لئے کھانا نہیں پکا سکی۔ یہ تھوڑے سے پیسے میرے پاس ہیں ان کو آپ تینوں حضرات حصہ رسدی بطور دعوت قبول کر لیجئے۔ باقی دونوں بزرگوں نے تو بڑی ناگواری کا اظہار کیا نذر قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بیوی بیمار تھی تو ہمارے آتے ہی کیوں نہ بتا دیا اور ہمارا اتنا وقت کیوں برباد کیا مگر مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں بھی کھڑے ہو کر پیسے قبول کئے۔ اس شخص کی بیوی کی نقلی بیماری کا حال اس طرح ہمدردی سے پوچھا جیسے وہ سچ مچ بیمار ہو۔ اس کی صحت کے لئے ہے دعا مانگی۔ علاج کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ کسی اچھے طبیب کی ضرورت ہو تو میں انتظام کروں۔

مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں صفائی کرنے والے مہتر کے ہاں بھی کوئی بیمار پڑتا تو خود اس کے گھر جا کر دیکھ بھال کرتے اور علاج معالجے کا بندوبست فرماتے۔

حضرت مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا دروازہ اپنے پرائے اچھے برے ہر آدمی کے لئے کھلا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک عادی شرابی بھی حضرت کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک روز وہ شراب پی کر آ گیا اور آتے ہی الٹیاں کرنے لگا حضرت نے خود آگے بڑھ کر اسے سنبھالا اور حضرت کے سارے کپڑے شراب کی قے سے گندے ہو گئے۔ اس وقت موجود لوگوں کو بہت غصہ آیا۔ شرابی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہا۔ اور حضرت سے شکایت کی کہ آپ نے اس کو کیوں منہ لگا رکھا تھا۔ دیکھئے آج اس نے کیا حرکت کی۔ آپ کے کپڑے ناپاک کر دیئے۔ مگر حضرت نے لوگوں کو شرابی کے ساتھ سخت برتاؤ کرنے سے روکا اور خود آبدیدہ ہو گئے اور بولے تم لوگ یہ تو سوچو کہ اگر میں اس کو پہلے ہی سے ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیتا تو یہ اتنے دن تک میری باتیں کیسے سنتا اور پھر اس کا دل بھی ٹوٹ جاتا۔ دل کا جوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ میرا کیا ہے۔ ابھی نہالوں گا۔ کپڑے دھولوں گا پاک ہو جائیں گے یہ کہہ کر حضرت تو زنانے مکان میں تشریف لے گئے۔ حضرت کے پیچھے شرابی کو ہوش آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس سے کیا حرکت ہوئی ہے۔ تو اس قدر شرمندہ ہوا کہ اسی وقت شراب سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

حضرت کی انسانوں کے ساتھ یہ ہمدردی ان کے مریدوں اور گھر والوں میں بھی اس طرح سرایت کر گئی تھی کہ حضرت کے پوتے میاں غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب رحمتہ اللہ علیہ جن کے مکان اور خانقاہ میں مشہور شاعر میرزا غالب نے اپنی زندگی کا بڑا وقت گزارا۔ ان کے ہاں بھی غالب کے ساتھ شراب نوشی اور جوئے کی لت کے باوجود کسی سختی کا ذکر تاریخ میں نہیں ملتا۔ کیا عجب کہ غالب بھی ایک دن تائب ہو جاتے مگر حضرت کالے صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال غالب سے بہت پہلے ہو گیا اور غالب توبہ سے محروم رہے۔ مگر اپنے خطوط میں وہ حضرت میاں غلام نصیر الدین کالے صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی حسرت سے یاد کرتے اور یہاں

تک لکھتے کہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد میں کرایے کے مکان میں اس لئے منتقل ہوا کہ اب وہاں میرا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔

حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت جان جانان رحمتہ اللہ علیہ سے علمی اختلاف بھی رہا۔ مگر تعلقات کبھی نہیں ٹوٹے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت شاہ عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی دستار بندی حضرت مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی سے کرائی گئی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے گھر والوں کو مکان کے مالک نے تنگ کیا تو حضرت فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا گھر ان کے لئے خالی کر دیا اور خود مدرسے میں چلے گئے۔

مذہب کے جس تصور کو انھوں نے اپنے لئے پسند کیا اور دوسروں کے عام کیا۔ اس کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ وہ بڑے اشتیاق سے مریدوں کا قافلہ اور بڑا زاد راہ لے کر حج کے لئے سورت کی بندرگاہ سے روانہ ہونے لگے تو ایک بوڑھی عورت روتی ہوتی آئی اور عرض کی میری کئی لڑکیاں ہیں اور ان کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت نے اپنے پاس موجود ساری رقم اور سفر کا سامان سب کا سب اس عورت کو دے دیا اور خود جہاز میں سے اتر آئے کہ وہ کہاوت پوری ہو کر رہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

دل ہاتھ میں لو کہ وہی سب سے بڑا حج ہے

(ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 75 شمارہ 6)

☆☆☆☆☆

منقبت حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی دہلویؒ



از : سلیم اسلم نظامی، ادونی

چراغِ عترتِ خیرالوریٰ خدا رکھے
ترا دیار ترا دبدبہ خدا رکھے

بلند ہو ترے اقبال بادہ خواروں کا
ترا مَنال ترا میکدہ خدا رکھے

چمن میں میرا کہیں کچھ نشاں رہے نہ رہے
تری جناب ترا تذکرہ خدا رکھے

نہ آئے آنچ کبھی تیرے جاں نثاروں پر
تری پناہ ترا آسرا خدا رکھے

چراغ گھی کے جلیں تیرے آستانے پر
تری نیاز ترا فاتحہ خدا رکھے

وہ زخم واسطہ جس کا نظر سے ہو تیری
تمام عمر ہی اُس کو ہرا خدا رکھے

ترے خیال نے گرتوں کو تھام رکھا ہے
ہر ایک ناز ترا ساقیا خدا رکھے

جہاں بھی جاؤں میں تیرا فقیر کہلاؤں
کرم سے تیرے مرا واسطہ خدا رکھے

تمام راستے کٹ جائیں غم نہیں لیکن
بس اک گلی کا تری راستہ خدا رکھے

یہ عرسِ پاک کی محفل یہ منقبت اسلم
جئے تُو اور ترا سلسلہ خدا رکھے

© https://www.khwajahasannizami.life

نیا سال، نئی مایوسیاں، نئی اُمید

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

صوفی سب کا ہوتا ہے، اس لیے منادی بھی کسی ایک کا ہو کر نہیں رہ سکتا۔ ہمارا رب اور پالنہار بھی کسی ایک کا نہیں، سب کا پالنہار ہے، اس لیے ہمیں سب کی بات سوچنی چاہیے، سب کی بات کرنی چاہیے۔

دنیا کی آبادی اس وقت دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے، ان میں سے ایک حصہ خوش ہے، اس کے سامنے اُمیدیں ہیں، دوسرا ناخوش ہے اور اسے مایوسیوں کا سامنا ہے۔ اگر وضاحت نہ بھی کی جائے تو سب سمجھ جائیں گے کہ خوشی اور امید کس کے لیے ہے اور ناخوشی و ناامیدی کس کے حصے میں آئی ہے، لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود جو بات ہم عام طور پر نہیں جانتے یا جانتے بوجھتے اس سے غفلت برتتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جو صورتِ حال دُنیا کو اس وقت درپیش ہے، نئی نہیں ہے، ہمیشہ سے ہے۔ خیر و شر کی کہانی اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی خود یہ دنیا ہے۔ حق و صداقت، دجل و فریب، رحم و انصاف ظلم و بربریت، کامیابی و ناکامی سب ساتھ ساتھ چلتے آئے ہیں۔ بس فرق اتنا ہوتا ہے کہ پہلے زندگی خاندانوں، قبیلوں، نسلوں، علاقوں میں بٹی ہوئی تھی اس لیے خیر و شر اور کامیابی و ناکامی بھی طبقوں، علاقوں اور وقت وقت تک محدود رہتے تھے۔ کہیں خیر کا دور دورہ ہوتا تو کہیں شر کا۔ کہیں انصاف ہوتا تو کہیں ظلم، کچھ مدت برائی کی گزرتی تو کچھ اچھائی کی بھی ہوتی، کچھ کامیاب ہوتے کچھ ناکام کسی کے حصے میں امید آتی تو کسی کے نصیب میں مایوسی ہوتی لیکن آجکل دنیا خاندانی، نسلی، سماجی، مذہبی، علاقائی غرضیکہ ہر طرح کی حد بندیوں کے باوجود سمٹ کر ایک ہوگئی ہے۔ اس لیے خیر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے بھی ساری دُنیا کو حصہ رسدی فیض پہنچتا ہے جیسا کہ ٹیکنالوجی اور طب کی ترقی اور میڈیکل سہولتوں نے ساری دنیا کو فائدہ پہنچایا ہے اور شر کی فتح ہوتی ہے تو اسے بھی سب بھگتتے ہیں اور دیر تک بھگتتے رہتے ہیں۔ ہٹلر کی جنگ، ہیروشیما کا بم اور معاشی استحصال اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

جس نئے دُنیوی دستور (New World Order) کی بات کہی جارہی ہے، وہ نیا دستور اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ لنبی چوڑی وسیع دنیا ایک چھوٹا سا کنبہ بن کر رہ گئی ہے، جس کی باگ ڈور پوری طرح کسی ایک دادا کے ہاتھ میں آیا چاہتی ہے یا آچکی ہے، اور کوئی اس دادا کو ٹوکنے والا نہیں رہا ہے۔ اب پوری انسانی زندگی کے فیصلے ایک مرکز سے ہوں گے اور طوعاً و کرہاً یعنی چاہے راضی خوشی ہو یا مجبوری سے سب کو انہی فیصلوں کا پابند بننا پڑے گا۔

مسلمانوں کو اس صورتِ حال کی شکایت یوں نہیں ہونی چاہیے کہ وہ خود دنیا کو اس طرح کا بنانا چاہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام آخری اور مکمل ترین مذہب ہے نیز سب کے لیے ہے، قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے مسلمان شروع سے ساری دنیا کے لیے ایک دستور بنانے کے حامی تھے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا تصور دُنیا کو مسلمانوں ہی نے دیا تھا۔ وہ ساری انسانیت کو ایک کنبہ سمجھتے تھے اور بھید بھاؤ، اونچ نیچ کے بغیر دنیا کو ایک رکھنا چاہتے تھے۔ موجودہ ورلڈ آرڈر بھی دنیا کو ایک رکھنا چاہتا ہے، مگر طاقت کے زور پر اور کسی ایک ہی گروہ کو فائدہ پہنچانے کے لیے وہ انسانی وحدت کو آلہ کار بنا رہا ہے۔ مسلمانوں کے ورلڈ آرڈر اور اس نئے آرڈر میں بنیادی

© https://www.khwajahasannizami.life

فرق یہی ہے کہ مسلمان اس کے نفاذ کے لیے زور زبردستی کے قائل نہیں تھے۔ ان کے ہاں اصول طوعاً راضی خوشی کا تھا، کرہاً بے دلی اور مجبوری کا نہیں۔ قرآن نے صفائی سے کہہ دیا تھا کہ "لا اکراہ فی الدین" دین میں زور زبردستی نہیں ہے۔ ہمارے پیغام کو آدمی خود مانے، دل کی گہرائیوں سے مانے تو ٹھیک ہے، اس کے برعکس نہیں۔

لیکن اس کے بعد ستم ظریفی یہ رہی کہ اگرچہ دُنیا کو ایک ہونے کی بنیاد مسلمانوں نے فراہم کی اور دنیا انہی کے تصورِ وحدت پر یک جہت ہوئی لیکن اس کا فائدہ خودغرض لوگوں نے اُٹھایا اور مسلمانوں کو دھتا بتائی۔ مسلمانوں نے چونکہ اپنے آپ کو دُنیا کی وراثت سنبھالنے کے قابل نہیں رکھا، اس لیے مشیت الٰہی نے بھی غیروں کو اجازت دی کہ وہ انھیں محفل یار سے نکال باہر کریں۔ اگر اس پوری داستان کو دو فقروں میں بیان کرنا ہو تو زندگی کے ہر معاملے کی عکاسی کرنے والے کلامِ غالب کی مدد سے کہنا پڑے گا کہ:

میں نے کہا کہ بزمِ یار غیر سے چاہیے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

دُنیا ایک تو ہوئی اسلامی عقائد کے اس حصے کی وجہ سے، جس پر مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ایمان لائے اور جن کو مزدوروں اور عورتوں کے حقوق کی طرح سب ہی نے مان لیا، لیکن اس بڑی اکائی سے مسلمان کو خارج کرنے کی بات اس لیے چلی کہ مسلمانوں نے زندگی کے اسٹیج پر کوئی بھی اہم پارٹ ادا کرنے کی صلاحیت عرصے سے نہیں دکھائی اور ظاہر ہے کہ جو گروہ کوئی بھی پارٹ ادا نہ کر سکے وہ ضروری کب رہتا ہے، اسے تب کباب کی ہڈی کی طرح پھینک دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو تو ہڈی کی طرح الگ کرنا اس لحاظ سے بھی ضروری سمجھا گیا کہ سب کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اگر کہیں اسلام کا ظہور اپنی اصلی اور مکمل شکل میں ہو گیا تو پھر کسی اور کی دال نہیں گلے گی اور نیو ورلڈ آرڈر اگر کبھی قائم ہوا تو دراصل وہی ہوگا جو اسلامی آرڈر ہے اور جس کو پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے اور جس کو سب خوشی خوشی اختیار کریں گے۔

مگر افسوس کہ کچھ تو حریفوں کی مسلسل ریشہ دوانی اور کچھ خود اپنی نااہلی نے مسلمانوں کو اسلام کا پیغام صحیح صحیح اور پورا پورا پہنچانے کا موقع نہیں دیا۔ مسلمانوں میں کچھ تو بادشاہ بن بیٹھے اور اسلام کا نام لے لے کر جو چاہا کیا۔ کچھ ان بادشاہوں کی جی حضوری میں لگ گئے اور اپنے اپنے چھوٹے نقلی پالنہاروں کے دسترخوان پر ریزے سمیٹتے رہے۔ اگر کسی نے ان جعلی خداؤں کے خلاف آواز اٹھائی تو جلاوطن ہوا قتل کیا گیا، جیل میں زندگی گزاری، لے دے کر صوفیا رہ گئے تو انھیں اسلام کے حریفوں سے زیادہ اسلام کے نام نہاد دوستوں کی روایتی دوستی کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو بات پوری کی پوری ساری دُنیا کے سامنے پہنچنی تھی اس طرح نہیں پہنچ سکی جس طرح سے اسے پہنچنا چاہیے تھا۔ بہرحال جہاں جہاں اسے رسائی حاصل ہوئی وہاں وہاں جیو اور جینے دو کا نیو ورلڈ آرڈر صدیوں سے پہلے وجود میں آ گیا۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر اسلام کے اصولوں پر ہی قائم آرڈر تھا۔

مگر آجکل مسلمان محفل یار سے اُٹھائے جا رہے ہیں، پٹ رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور اگر وہ اب بھی نہ سنبھلے تو انھیں روتے ہی رہنا ہوگا۔ کوئی ان کے آنسو پونچھنے بھی نہیں آئے گا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے سات صدی پہلے یہ بات کہہ دی تھی کہ عالم دو ہیں۔ ایک عالم شہادت، وہ عالم جو نظر آتا ہے جسے محسوس کر سکتے ہیں، جسے مادی دُنیا کہا جاتا ہے۔ دوسرا عالم غیب، وہ عالم جو دکھائی نہیں دیتا۔ دکھائی دینے والے عالم یعنی

عالم شہادت اور مادی دنیا میں جو چیز بھی آتی ہے عالم غیب ہی سے آتی ہے لیکن اس کو ظہور دکھانے کے لیے ایک واسطے وسیلے اور سبب کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر سبب اور واسطے اور وسیلے کے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے یہ معجزہ دکھانا چاہتا تھا کہ دودھ ظاہر ہو، یہ دودھ کسی بھیڑ بکری یا دوسرے مویشی کے بغیر بھی معجزے کے ذریعے سامنے آسکتا تھا، لیکن مشیت کی سنت سبب اور ذریعے کی ہے، اس لیے معجزے کے لیے بھی ایک بکری کے چھوٹے سے بچے کو جو خود بچہ جننے اور دودھ دینے کے قابل نہیں ہوا تھا سبب بنایا گیا اور اس کے چھوٹے چھوٹے تھنوں سے اتنا دودھ نکلا کہ کئی آدمی چھک گئے۔ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو بغیر تیر تلوار بھی ختم کیا جاسکتا تھا، لیکن ظاہری سبب استعمال ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے غازیانِ عالم کا ظاہری سبب اور وسیلہ ہی تھے، حضور نے دشمن کی طرف محض خیال کی نہیں حقیقت کی اور سچ مچ کی کنکریاں پھینکیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کنکر پتھر کسی چیز کا محتاج نہیں لیکن ہم کو اللہ نے ان چیزوں کے ذریعے اپنا محتاج بنایا ہے۔ اپنی حفاظت پہلے سے کر لینے کا حکم عقل وشعور کو استعمال کرنے کی بات، مصیبت میں ثابت قدمی دکھانے کی ہدایت، دشمن کے ساتھ بھی انصاف کرنے کی تاکید، سزا کو صرف مجرم ثابت ہونے والے تک محدود کرنے کا قانون، افواہوں پر یقین نہ لانے اور ہر بات کی تحقیق کرنے کا مشہورہ، پڑوسیوں کو خوش رکھنے اور سب کے ساتھ مل جل کر صلح وآشتی اور محبت سے رہنے اور فتنے فساد سے بچنے کے اسلامی ضابطے مسلمانوں کے لیے نہیں ہیں تو کس کے لیے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اسلامی ضابطے صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ ان کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے۔ اسلام جیسا آفاقی مذہب اس بات کو گوارا کر ہی نہیں سکتا کہ مسلمان کنویں کا مینڈک بن کر رہ جائیں۔ کنواں کتنا ہی بڑا ہو، کنواں ہی رہتا ہے۔ محدود ہی ہوتا ہے، اسلام توحد کے اندر کی بات بھی کرتا ہے، حد کے باہر کی بات بھی۔ وہ خود بینی بھی سکھاتا ہے، دور بینی بھی۔ وہ مسلمانوں کے لیے بھی ہے، غیر مسلموں کے لیے بھی۔ اگر مسلمان صرف مسلمان ہی مسلمان کا تصور رکھیں تو اس کا ایک کھلا ہوا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام صرف مسلمانوں تک محدود ہو کر رہ جائے گا۔ صوفیوں نے آج تک اسلام کو اور مسلمانوں کو اس حد بندی سے اور کنویں کے روایتی مینڈک بن جانے سے بچایا ہے اور سب کو بتاتے رہے ہیں کہ اسلام مسلمانوں کے لیے تو اصل چیز ہے ہی لیکن غیر مفید اور Irrelivant غیر مسلموں کے لیے بھی نہیں ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے تصوف مخالف بھائیوں نے اسلام جیسے مفید مذہب کو صرف غیر مسلموں ہی کے لیے نہیں خود مسلمانوں کے لیے بھی ایک غیر مفید چیز بنا کر رکھ دیا ہے۔ انھوں نے دنیا کے ساتھ دین کو بھی اپنی ذاتی جاگیر سمجھ لیا ہے اور چونکہ ان کے لیے زندگی کا پورا تصور ذاتی مفاد کا تصور ہے، اس لیے ان کا دین اور ان کی دنیا چھوٹے چھوٹے ذاتی اور وقتی فائدوں اور زندہ رہنے کے لیے ناجائز مفاہمتوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

ایسے لوگ نئی دنیا، نیو ورلڈ آرڈر میں حصے دار کس طرح بن سکتے ہیں؟ وہ تو محروم ہی رہیں گے اور ان کا دائرہ عمل دن بدن سکڑتا ہی جائے گا، کم ہی ہوتا رہے گا۔ ان کی محتاجی بڑھتی جائے گی۔ انھیں جو چاہے گا کھلونا بنائے گا اور جب چاہے گا اپنے اس کھلونے کو توڑ

دے گا۔ جو لوگ آجکل کھلونوں کی طرح ٹوٹ رہے ہیں، جن کے لیے نیا سال مایوسیاں لے کر آیا ہے وہ یقیناً اسی طرح ٹوٹتے رہیں گے۔ مایوس ہوتے رہیں گے، جو خود زندہ نہ رہ سکے وہ دوسروں کے بچنے کی گارنٹی کیسے کر سکتا ہے؟ البتہ جو خود زندہ ہیں اور زندہ رہ سکتے ہیں وہ اپنے لیے ہی نہیں دوسروں کے لیے بھی خدا کی ایک رحمت بن سکتے ہیں، وہ دوسروں کو جینے کا حق دے سکتے ہیں، ان کے لیے نہ کوئی غم ہے، نہ مایوسی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال احمد جام کے اس شعر کی تکرار سنتے ہوئے ہوا تھا کہ:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تسلیم کے خنجر کے کشتگانوں کو ہر زمانے میں غیب سے ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ اگر اس قول کو کسوٹی مانے تو کھرا کھوٹا اس طرح بھی سامنے آئے گا کہ تسلیم اور اسلام بس وہی ہے جو زندگی بخشے، ہر زمانے میں زندگی بخشے۔ اگر کوئی مسلمان ہونے کے باوجود زندہ نہیں ہے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟

نئے سال کی مایوسیوں میں اگر امید کی کوئی کرن ہے تو بس یہی ہے کہ ابھی مسلمان بن جانے کی گنجائش موجود ہے اور اصل مسلمان بن جانے کی گنجائش ایسی گنجائش ہے جو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے۔ اس میں سب کے لیے گنجائش ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر اگر بن گیا ہے تو اس میں شرکت کرنے کی گنجائش اور اگر نہیں بنا ہے تو دوسروں کے ساتھ مل کر اس کو بنانے کی گنجائش۔

اور آخری بات جو شاید کچھ لوگوں کو بے موقع لگے اور بعض لوگ شاید اس کے قابل ہی نہ ہوں، یہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور یا کسی اور نام سے ایک ہادی کا جو انتظار برسوں سے کیا جا رہا ہے اگر واقعی حضرت امام مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے، کیونکہ موجودہ حالات سے زیادہ اس کے متقاضی اور کون سے حالات ہوں گے؟ تو پھر یہ بھی سوچنا ہوگا کہ ہم میں سے کتنے ان کا کسی نہ کسی حیثیت سے ساتھ دینے کے قابل ہیں اور کتنے ایسے جنھیں ردی کاغذ کی طرح کوڑے کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام یا نئے ہادی عالم غیب کا انقلاب عالم شہادت کے ذرائع اور وسائل کے ذریعے ہی لائیں گے جیسا کہ ہر انقلاب دنیا میں آتا رہا ہے۔ یہ ذرائع اور وسائل جس کے پاس ہوں گے، شاید اسی نئے ہادی کا ساتھی اور مددگار بھی بن سکے گا۔ نکما، بے صلاحیت اور بے وسیلہ آدمی نہیں۔

(ماخوذ از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ: شخصیت اور کارنامے؛ جلد اول صفحہ 457 تا 460)

☆☆☆☆☆

عہد نامہ

میں اپنی پاک ماں کی پاکیزہ زبان اُردو سے عہد کرتا ہوں کہ تیرے ہی بول دنیا میں اپنی پیاری اماں کی زبان سے پہلی دفعہ میرے کان میں آئے تھے اس لئے میں مرتے دم تک تیرا ادب کروں گا اور دنیا کی کسی زبان کو اپنی اماں کی بخشی ہوئی زبان سے بڑھ کر نہ مانوں گا۔ میری بول چال کی ابتدا تجھ سے ہوئی تھی اور میری عمر کا آخری بھی۔ زندہ باد اردو۔

میری ہندوستانی مادری زبان تو ہی ہوگی۔۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی جولائی 1955ء)

© https://www.khwajahasanizamilife

تاثرات قلبی

السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ!

فخر صحافت مدیر اعلیٰ ماہنامہ منادی سیدی مرشدی و مولائی حضرت خواجہ سیّد محمد نظامی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ و مدیر منادی حضرت عبدالملک نظامی صاحب و معاون سلیمان نظامی صاحب وقارین ماہنامہ منادی کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش ہے۔

جناب عبدالملک نظامی صاحب ناندیڑ اور سلیمان نظامی صاحب ممبئی کی کوشش و کاوشوں سے دیرینہ خواب پورا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دوام خاص کیلے حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے اور خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جناب عبدالملک نظامی صاحب کو چن لیا ہے۔ یوں تو خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دنیا میں ہزاروں پیر بھائی ہیں جن میں صوفی، صحافی، علماء، ادباء، شعراء، مورخین اور بڑے بڑے نقاد ہیں مگر یہ سعادت جناب عبدالملک نظامی صاحب کے حصے میں آئی ہے بلکہ خواجہ صاحب نے اس عظیم روحانی رسالہ منادی شریف کی نشر و اشاعت کے لئے محترم عبدالملک نظامی صاحب کو منتخب کیا ہے۔

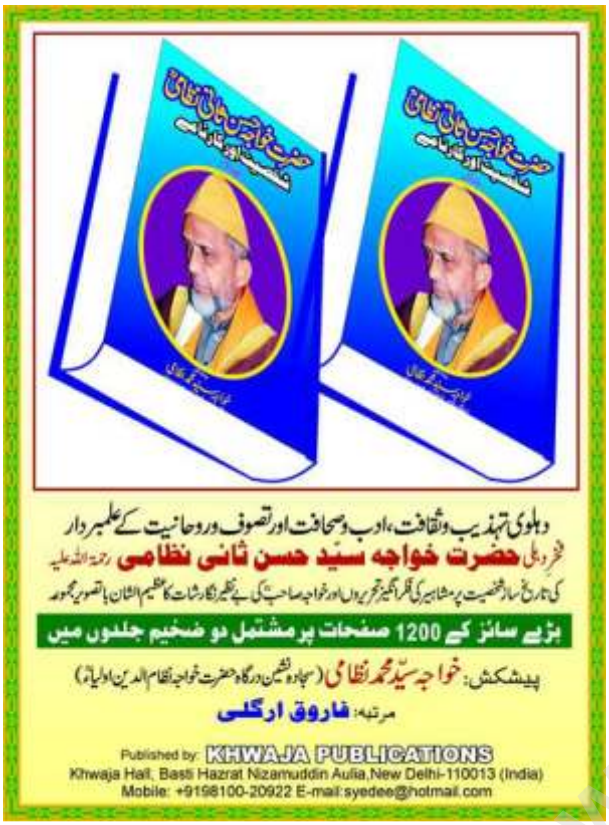
''ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ''

میں عبدالملک نظامی صاحب اور ان کے رفقاء جو منادی شریف کی آن لائن خدمت میں لگے ہیں ان تمام خدمت میں نیک خواہشات اور دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، قبول فرمائیں۔

فقط: م۔د۔م۔خالد نظامی

گدائے فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ و خادم سلسلہ عالیہ نظامیہ ادونی

آندھرا پردیش انڈیا



جناب عبدالملک نظامی صاحب،!

السلام علیکم ورحمت اللہ و برکاتہ،

بہت اچھی خبر ہے، غالباً ستر سال پہلے میرے والد صاحب مرحوم حافظ عبدالحفیظ صدیقی اس رسالہ کے کتابت کرتے تھے اور میں نظام الدین جا کر اجرت لایا کرتا تھا۔

بعد میں میرے سُسر صاحب کتابت کرتے تھے۔ یہ ایک حسن اتفاق ہے۔

کیا یہ رسالہ بھی ڈیجیٹل ہے؟

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ،

ڈاکٹر انیس الحسن صدیقی، گروگرام، ہریانہ

© https://www.khwajahasanizamilife

حلقہ نظامیہ



بلہاری میں عرس شریف کا ایک منظر



مدرسہ اسلامیہ سہروردیہ گتی، کمپیوٹر سنٹر کا افتتاح





ادونی میں مجلس کا ایک منظر



شیخ مکرم نظامی صاحب کی دختر کی شادی میں حضرت محمد مجیب حسن خان صاحب نظامی مدظلہ العالی اور عبدالملک نظامی مبارک باد دیتے ہوئے

© http://www.khwajaqamruddinshirdi.com


حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبؒ کی
عام فہم تفسیر
قرآن پاک کے بکثرت ترجے اور متعدد تفاسیر موجود ہیں لیکن ایک ایسا ترجمہ اور ایسی تفسیر جس سے عام مسلمین، بچے، عورتیں اور معمولی لکھنے پڑھے لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور بطور خود قرآن پاک کے مطالب و معانی اور احکام و مسائل آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں، حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی عام فہم تفسیر کے سوا ایک بھی نہیں ہے۔ اس کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن پاک کی عبارت لکھی گئی ہے۔ عبارت کے نیچے نہایت آسان سلیس زبان میں تحت اللفظ ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد نہایت سادہ لفظوں میں اس عبارت کی تفسیر درج کی گئی ہے، اگر آیات سے کوئی مسئلہ یا کوئی حکم پیدا ہوتا ہے تو اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی بات قصہ طلب ہوتی ہے تو پوری تفصیل درج کی گئی ہے۔ اگر کوئی فلسفیانہ بات آجاتی ہے تو حاشیہ پر اس کی تشریح دی گئی ہے۔ بچوں کو اس تفسیر کے پڑھانے سے تین خاص فائدے پہنچیں گے۔
۱۔ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ انھیں اُردو زبان میں مہارت ہو جائے گی۔
۲۔ وہ ابتدا ہی سے قرآن کا مطلب سمجھنے لگیں گے۔
۳۔ اُن کی تعلیمی زندگی جب قرآن پاک کی تعلیم پڑھنی ہوگی تو بڑے ہو کر وہ لازمی طور سے پکے اور سچے مسلمان ہو جائیں گے اور یہی اس تفسیر کا مقصد العظم ہے
قیمت: 1000/ روپے
ملنے کا پتہ:
خواجہ سید محمد نظامی
خواجہ ہال، بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی۔ 110013
Contact: 98100 20922

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست کتب

نظر ثانی قیمت

1۔ قرآن شریف اردو 500روپے

2-قرآن شریف ہندی 500روپے

3-قرآن مجید-عام فہم تفسیر 1000روپے

4-فوائدالفوادارد و 700روپے

5-فوائدالفواد ہندی 350روپے

6-تصوف رسم وحقیقت150روپے

7-سی پارہ دل اردو300روپے

8-سی پارہ دل ہندی300روپے

9-سفرنامہ مصر،شام وحجاز250روپے

10-راحت القلوب75روپے

11-تذکرہ نظامی30روپے

12-مرشدکوسجدہ تعظیم 30روپے

13-1857 کی یادگار کتابیں600روپے

14-مادرِ ہمدرد 50روپے

15-محرم نامہ 150روپے

16-شواہدنظامی200روپے

17-سیرالاولیاء اردو700روپے

18-سیرالاولیاءفارسی 700روپے

19-سیرالاولیاءانگریزی۔ 1000روپے

20-تاریخی روزنامچہ 250روپے

21-سماع،وجدورقص30روپے

22-اسرارکلام اللہ اسم اعظم 100روپے

23-گائے کی جان بچانے کا بیان اردو- مفت

24-گائے کی جان بچانے کا بیان ہندی۔مفت

25-یزیدنامہ 150روپے

26-تمانچہ بارخسار یزید 100روپے

27-نظامی بنسری اردو 300روپے

28-نظامی بنسری ہندی 300روپے

29- میلادنامہ 100روپے

30-فاطمی دعوت اسلام 300روپے

31-مراۃ الاسرار 500روپے

32- حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شخصیت اور کارنامے۔(دوجلدوں میں)1500روپے

33-خراج عقیدت۔حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ 600روپے

34-بیگمات کی آنسو ہندی 200روپے

35-سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ250روپے

36-فوائدالفوادانگریزی500روپے

37-حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء، ناظم اور مریدین700روپے

38- نظامی بسنت کے پھول (مطالعہ بین المذاھب)1100 روپے

ملنے کا پتہ: خواجہ **سید محمد نظامی**،خواجہ پبلیکیشنز ،خواجہ ہال، بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء،نئی دہلی 110013

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasanrizami.life

تعزیت برائے حکیم شیخ مکرم نظامی

از: عبدالملک نظامی ناندیڑ

میرے استادمحترم مولوی شیخ مخدوم نظامی مرحوم کے اکلوتے فرزند حکیم شیخ مکرم نظامی کا 13-1-2023 کی اولین صبح کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ رجعون۔ دل کا عارضہ تھا لیکن مستقل علاج میں کوتاہی برتتے تھے۔ بہرحال موت کا ایک بہانہ ہے ورنہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ دل کا شدید دورہ پڑا اور چند گھنٹوں میں انتقال ہوگیا۔

وہ مجھ سے پانچ چھ برس چھوٹے تھے یعنی 53/54 برس کے ہوں گے۔ میرا ان سے تعلق بچپن سے تھا۔ میں مولوی صاحب کے گھر اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ملیہ بستی حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ (نظامی کالونی) ناندیڑ میں ہوئی اور بعد میں فیض العلوم ہائی اسکول ناندیڑ میں زیر تعلیم رہے۔ دسویں کے امتحان میں ناکام ہونے پر درزی کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ انتہائی واجبی دام میں پیر بھائیوں کو نظامی کلاہ تیار کرکے دیا کرتے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے والد سے حکمت سیکھی۔ بہت ساری جڑی بوٹیوں سے آپ کے والد نے واقفیت کروائی۔ اس طرح آپ مختلف امراض کا علاج بڑی کامیابی سے کرنے لگے۔ ایڈز، بانجھ پن، مردانہ کمزوری، گردے کی بیماریاں اور آگ سے جلنے والوں کے علاج میں مہارت حاصل کی۔ میں اپنے خاندان اور دوست احباب کو ان سے رجوع کیا کرتا۔ جب بھی میرے سامنے کسی بیماری کا تذکرہ ہوتا تو میری زبان پر فوراً حکیم صاحب کا نام آجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا رکھی تھی، بے شمار لوگوں کا علاج کیا



اور دعائیں حاصل کیں۔ میں جب بھی کسی کو آپ کے پاس علاج کے لیے روانہ کرتا، آپ اس سے دوا کے پیسے نہیں لیتے تھے، میں کہتا کہ کم از کم دوا کے پیسے تو لیلو، اس پر بھی وہ انکار کرتے اور میں زبردستی کچھ رقم ان کی جیب میں ڈال دیتا۔ آپ کے والد کی نے انہیں تاکید کی تھی کہ دوا کے اخراجات کے علاوہ صرف پچاس تا سو روپے ہی زیادہ لیں۔ ممبئی کے ایک مالدار شخص کو ایڈز ہوا، آپ نے اس کا علاج کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا ٹیسٹ امریکہ سے کروایا اور تصدیق کی کہ بیماری سے اسے نجات مل چکی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اس سے لاکھوں روپے وصول کرسکتے تھے، لیکن آپ اپنے والد محترم کی نصیحت پر زندگی بھر کاربند رہے۔ کسم پرسی میں گزارا کیا لیکن کسی سے بے جا رقم نہ لی۔ اپنے والد کی طرح متوکل رہے۔

© https://www.khwajahasannizamilife

سارے واقعات ہیں جسے قلم بند کیا جا سکتا ہے۔ان شاء اللہ پھر کبھی اس پر لکھوں گا۔

بچپن ہی میں حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔پیر سے بڑی محبت تھی۔اپنے علاقے میں ذکر وسلوک کی مجلسوں کا انعقاد کیا کرتے۔پیر بھائیوں کو دہلی کے عرسوں میں شامل ہونے کی ترغیب دلاتے اور خود بھی اس میں شامل ہوتے۔گذشتہ محرم میں حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتن مدظلہ العالی کی خدمت کے لئے محمد مجیب حسن خان صاحب نظامی کے ہمراہ دہلی گئے تھے۔

ہر سال عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اپنے دوست احباب اور پیر بھائیوں کی مدد سے شہر کے ایک حصے کو جھنڈیوں اور برقی قمقموں سے سجایا کرتے تھے اور لنگر کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔

آپ جس مکان میں اپنا مطب چلاتے تھے ان لوگوں سے اس طرح انسیت ہوئی کہ وہ رشتے داری میں بدل گئی۔آپ نے اپنے ماموں زاد بھائی کی شادی مالک مکان (محترم ابراہیم پٹیل صاحب) کی لڑکی سے کرادی۔لیکن آپ کے بھائی کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔آپ نے اس لڑکی اور اس کی بچی کو اپنے گھر میں پناہ دی اور ان کی پرورش ایک بھائی کی طرح انجام دی۔آج وہ بچی گرائجویٹ ہو چکی ہے۔

مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے

حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتن مدظلہ العالی کو انتقال کی خبر دی تو آپ نے مغفرت کی دعا اور صبر کی تلقین کی۔

مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ، دولڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

